



قیامت کی نشانی

حدیث کی زبانی

مصنف

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی

(بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور)

شعبہ تحقیق و اشاعت

Jamia Islamia Maseehul Uloom, Bangalore

K.S. Halli, Post Kannur Village, Bidara Halli Hobli, Baglur Main Road, Bangalore - 562149

H.O # 84, Armstrong Road, Mohalla Baidwadi, Bharthi Nagar, Bangalore - 560 001

Mobile : 9916510036 / 9036701512 / 9036708149

فہرست قیامت کی نشانی حدیث کی زبانی

2	تقریظ
3	پیش نامہ
5	حدیث نبویؐ
6	تمہیدی معروضات
6	تین وضاحتیں
8	ایک شیطانی دھوکہ کی پردہ دری
9	غریبوں کی حق تلفی
10	حق تلفی کی مختلف صورتیں
11	حق تلفی کرنے والوں کی اُخروی سزائیں
12	ایک عبرت ناک واقعہ
13	امانت میں خیانت
14	خیانت کی برائی و ممانعت
15	خیانت کا عذاب
15	خیانت کی شکلیں
17	بیوی کا مہر اور معاشرے کی تباہ کاریاں
18	مستحق لوگوں کا نفقہ امانت ہے
18	مزدور کی اجرت امانت ہے
18	دینی خدام کا نفقہ امانت ہے
19	ادا کیے زکوٰۃ میں کوتاہی
20	زکوٰۃ کا تاکید حکم
21	زکوٰۃ نہ دینے کا برزخی عذاب
21	ایک عجیب واقعہ
22	زکوٰۃ کے بارے میں چند کوتاہیاں
23	علم دین سے دنیا کمانا

- 23 دنیا طلب عالم کا حشر
- 24 علماء سو کی مذمت
- 25 ایک عبرت ناک واقعہ
- 26 علماء کی دنیا طلبی کے برے اثرات
- 27 شیخ جیلانی کا ملفوظ
- 27 بیوی کی خاطر ماں کی نافرمانی
- 28 فرمانبرداری و نافرمانی کے جواز و عدم جواز کا معیار
- 30 معاشرے کی دو بیماریاں
- 31 ایک عام غلطی کا ازالہ
- 32 راہ اعتدال
- 32 دوست کو قریب کرنا اور باپ کو دور کرنا
- 33 مسجد میں شور و شغب کرنا
- 34 مسجد میں شور کی صورتیں
- 34 بعض دینداروں کی بددینی
- 35 نا اہل کی سرداری و قیادت
- 36 نا اہلوں کا تسلط
- 37 شر پسندوں کا اکرام
- 37 معاشرے میں غنڈہ گردی کی کثرت: حدیث کا منشا
- 38 شر کو ختم کر دینا ضروری
- 38 گانے بجانے کی کثرت
- 39 گانا، بجانا قرآن کی نظر میں
- 41 گانا، بجانا حدیث کی نظر میں
- 42 ٹیلی ویژن اور ویڈیو کی حرمت
- 43 ٹی وی کے خطرناک اثرات معاشرے پر
- 43 کیا ہر عکس جائز ہے؟
- 45 نشہ بازی کی کثرت
- 46 نشہ بازی کا عام رجحان

- 46 نشہ ایک مہلک ہتھیار ہے
- 47 ایک کفن چور کا واقعہ
- 47 اسلاف کرام پر لعنت
- 48 صحابہ کرام پر طعنہ زنی کا حکم
- 50 مشاجرات صحابہ کے بارے میں اہل سنت کا موقف
- 51 صحابہ کرام کے گناہ تلاش کرنا ایمان کی کمزوری ہے

قیامت کی نشانی — حدیث کی زبانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقریظ

حضرت مولانا سید مسعود احمد ہاشمی زید مجدہم۔
مہتمم مدرسہ احیاء العلوم، شیموگہ

اہل جنوب کے درمیان ایک معروف و متعارف شخصیت کا نام ”حضرت مولانا مفتی شعیب اللہ خان مفتاحی“ ہے۔

موصوف اپنے پہلو میں ایک ایسا حساس دل رکھتے ہیں جو اصلاح امت فکر کے ساتھ ڈھڑکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو سوز دورں کی نعمت سے بہرور کیا ہے۔ اسی کا ثمرہ ہے کہ اب تک حالات کے تقاضے اور معاشرہ کی ضرورت کے پیش نظر مختلف موضوعات پر دو درجن سے زائد رسائل اور کتابیں ممدوح کے گوہر بار اور حقائق نگار قلم سے نکل کر ہر گھر اور گھر کے ہر فرد کے لیے ناگزیر ضرورت بن چکی ہیں۔

اسی علمی اور اصلاحی سلسلہ کی ایک کڑی کتاب ”قیامت کی نشانی حدیث کی زبانی“ بھی ہے۔ جس میں علامات قیامت پر مشتمل ترمذی شریف کی ایک مشہور حدیث کو جدید جاہلیت کے پیدا کردہ حالات پر بڑے درد و سوز کے ساتھ تشریح کرتے ہوئے منطبق کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ انشاء اللہ یہ کتاب ہر قاری کے لیے، مفید و موثر ثابت ہوگی اور اس ”سود و سواکرفن“ کی دنیا سے دامن بچانے کا ذریعہ اور ساتھ ہی مؤلف کے علم میں برکت اور اجر اخروی میں زیادہ کا باعث بنے گی۔

سید مسعود ہاشمی

مدرسہ احیاء العلوم، شیموگہ

پیش نامہ

حدیث پاک کی مشہور و معروف کتاب ”مشکوٰۃ شریف“ کا مطالعہ کر رہا تھا کہ اس میں ترمذی کی ایک عبرت ناک حدیث نظروں سے گزری اور دل میں رنج و بس گئی اور جب بھی اس کی طرف قلب نے توجہ کی، ہر بار مزید تاثیر و تاثر کا مشاہدہ ہوا۔ محولہ بالا حدیث میں رسول کریم ﷺ نے قیامت کے قریب کثرت کے ساتھ رانج ہو جانے والے گناہوں کا ذکر فرما کر یہ پیش گوئی فرمائی ہے کہ جب ان گناہوں کا عام رواج ہو جائے گا تو خدا کی طرف سے زلزلہ، صورتوں کا مسخ ہو جانا، زمین میں دھنسا دیا جانا وغیرہ وغیرہ سخت ترین عذابات پے در پے آئیں گے۔

یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ آج سے پانچ سال قبل ۱۴۰۴ھ میں راقم الحروف آمبور (ناتھ آرکاٹ) کی ایک دینی درس گاہ ”مدرسہ رفیق العلوم“ میں تدریسی خدمت انجام دے رہا تھا۔ اس دور سے برابر یہ حدیث پیش نظر رہی اور قلب و جگر کو متاثر کرتی رہی۔ اسی تاثر نے یہ بات دل میں ڈالی کہ اس حدیث کو عام طور پر شائع ہونا چاہئے۔ کیوں کہ:

(۱) آج ایک طرف ہم معاشرے پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ تمام گناہ جن کی فہرست اس حدیث میں پیش کی گئی ہے یہاں رانج نظر آتے ہیں اور یہ رواج روز افزوں اور رو بہ ترقی ہے۔

(۲) پھر دوسری طرف اس حدیث میں جن عذابات کی دھمکی دی گئی ہے ان میں سے بعض عذابات بھی دیکھنے اور سننے میں آرہے ہیں۔ اس صورت حال کا تقاضا یہ ہے کہ نبوی تہدیدات و تنبیہات کو لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ اسی خیال سے حدیث مذکورہ شائع کرنے کا اب سے بہت پہلے ارادہ کر لیا تھا اور اس حدیث پر ایک

مختصر شرح بھی لکھنی شروع کر دی تھی۔ مگر کچھ حصہ لکھنے کے بعد یہ سلسلہ التواء میں پڑ گیا اور تقریباً چار سال گذر گئے۔ پھر ایک دن شرح حدیث کا وہ حصہ جو لکھا گیا تھا، بوسیدہ کاغذات سے برآمد ہوا تو پھر اس کام کا داعیہ پیدا ہوا اور محمد اللہ اسی زمانہ میں اس حدیث پر شرح کا کام مکمل کر دیا۔

مگر طباعت کا مرحلہ پھر بھی التواء ہی میں رہا تا آنکہ ۱۴۱۰ھ میں جناب محمد کفایت اللہ خان صاحب اور ان کے بھائیوں کی طرف سے ان کے تایا جناب محمد قاسم خان صاحب نے یہ پیش کش کی کہ کوئی دینی رسالہ اگر لکھ کر دیا جائے تو وہ اپنے والدین کے ایصال ثواب کے لیے طبع کروا کر مفت تقسیم کریں گے۔

میں نے ان کے سامنے یہی پیش کش کر دیا، چنانچہ ۱۴۱۰ھ میں پہلی بار ان حضرات کے توسط سے یہ رسالہ نافعہ طبع ہوا اور اب دوسری بار ادارہ تبلیغ و تجدید سنت کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے۔ ناظرین سے درخواست ہے کہ ناشرین کے والدین اور خود ناشرین اور احقر کے لیے بھی اپنی دعوات صالحہ میں کچھ حصہ رکھیں۔

فقط

محمد شعیب اللہ خان

احاطہ مدرسہ مسیح العلوم، بیدواڑی، بنگلور۔ ۱

۱۴۱۸ھ ربیع الاول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حدیث نبوی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَخَذَلْتُمُ الدُّوْلَةَ وَالْأَمَانَةَ مَغْنَمًا وَالزَّكَاةَ مَغْرَمًا وَتُعَلِّمَ لِغَيْرِ الدِّينِ وَأَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَعَقَّ أُمَّهُ وَأَذْنَى صَدِيقَهُ وَأَقْصَى أَبَاهُ وَظَهَرَتِ الْأَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ وَسَادَتِ الْقَبِيلَةَ فَاسْقُهُمْ وَكَانَ زَعِيمَ الْقَوْمِ أَرْدَلُهُمْ وَأَكْرَمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ وَظَهَرَتِ الْقَيْنَانُ وَالْمَعَارِضُ وَشَرِبَتِ الْحُمُورُ وَلَعَنَ آخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوْلَهَا فَلْيُرْتَقِبُوا عِنْدَ ذَلِكَ رِيحًا حَمْرَاءَ وَزَلْزَلَةً وَخَسْفًا وَمَسْحًا وَقَدْفًا وَأَيَاتٍ تُتَابِعُ كِنِطَامٍ قَطَعَ سِلْكَهُ فَتَسَابِعُ. (۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مال غنیمت کو شخصی دولت بنا لیا جائے اور امانت کو مال غنیمت سمجھ لیا جائے اور زکوٰۃ کو تاوان خیال کر لیا جائے اور علم دنیا کی خاطر حاصل کیا جائے اور آدمی اپنی بیوی کی اطاعت اور ماں کی نافرمانی کرے اور دوست کو قریب اور باپ کو دور کرے اور مسجدوں میں آوازیں بلند ہونے لگیں اور قبیلہ کا سرداران میں سے فاسق کو بنا لیا جائے اور قوم کا سربراہ ان کا زلیل آدمی ہو جائے اور آدمی کا اکرام اس کے شر سے ڈر کر کیا جائے اور گانے والیاں اور آلات لہو عام ہو جائیں اور (مختلف قسم کی) شراہیں پی جانے لگیں اور اس امت کا آخری حصہ پہلے حصہ امت کو لعنت کرے، تو اس وقت تم سرخ آنڈھی، زلزلہ، زمین میں دھسنے، چہروں کے مسخ ہونے، آسمان سے

پتھر برسنے اور دوسری (قیامت کی) نشانیوں کا انتظار کرو جو پے در پے اس طرح آئیں گی جیسے موتیاں جس کی لڑی ٹوٹ گئی ہو اور وہ یکے بعد دیگرے گر رہے ہوں۔

تمہیدی معروضات

درج بالا حدیث شریف جس کی توضیح و تشریح آئندہ صفحات میں پیش کرنے کا ارادہ ہے۔ اسکے متعلق یہاں چند باتیں تمہید کے طور پر عرض کرنا ضروری ہے۔

تین وضاحتیں:

(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ اس حدیث میں جن عذابوں کا اور مصیبتوں کا ذکر کیا گیا ہے، علماء نے ان کو قیامت کی علامتوں میں سے شمار فرمایا ہے۔ (۱)

چنانچہ امام ترمذی نے اس حدیث کو قیامت کی نشانیوں کے باب میں ذکر فرمایا ہے اور صاحب مشکوٰۃ نے بھی اس حدیث کو علامات قیامت کے باب میں داخل فرمایا ہے۔ (۲)

نیز ماضی قریب کے مشہور مفسر و فقیہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے بھی اس حدیث کو علامات قیامت میں بیان فرمایا ہے۔ (۳)

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ ان چیزوں کے علامات قیامت میں سے ہونے سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ یہ سب چون کہ ہمارے اختیار سے باہر ہے اور ہونی اور شدنی بات ہے، اس لیے اس سے کوئی مفر نہیں ہے۔ یہ بالکل درست ہے کہ یہ سب عذابات ہمارے اختیار سے باہر اور شدنی ہیں، لیکن ان عذابات کا جن باتوں کو سبب و محرک قرار دیا گیا ہے، وہ سب کے سب اختیاری ہیں، تو یہ نتائج و عواقب بھی گویا ہمارے اختیار میں ہوئے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے سکنہا کے کھانے

(۱) ترمذی ۴۴۲، (۲) مشکوٰۃ: ۴۷۰، (۳) معارف القرآن ۳۵/۸

سے موت کا واقع ہونا، کہ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ زہر سے ہلاکت و موت کا ہونا، انسان کے اختیار سے نہیں بلکہ خدائے قادر و حکیم کی قدرت و حکمت کی کرشمہ سازی کا نتیجہ ہے مگر اس میں بھی کس بے وقوف کو شبہ ہو سکتا ہے کہ زہر کھانے کا عمل جس کو خود کوشی کہتے ہیں، یہ تو انسان کے اختیار میں ہے جس کے سبب سے زہر اپنا اثر دکھایا ہے؟

اسی طرح یہ عذابات جن کو علامات قیامت میں شمار کیا گیا ہے، انسان کے اختیار میں نہیں ہیں مگر ان کے اسباب و بواعت تو اختیار میں ہیں تو جب سبب اختیاری ہو تو اس کا نتیجہ بھی اختیاری ہی سمجھا جائے گا جیسے زہر کھانے والے کی موت کو سبب اختیاری ہی کہتے ہیں، اور اسی کو اس کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں، لہذا ان باتوں کے ذمہ داری بھی ہم ہی ہوں گے۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ علامات قیامت جن کا اس حدیث میں ذکر ہے، اختیاری ہیں تو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ جو علامات قیامت اختیاری ہوتے ہیں وہ گناہ اور معصیت میں شمار ہوتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ اپنے وعظ ”الهدیٰ والمغفرة“ میں فرماتے ہیں:

”یہ امر مصرح و ثابت ہے کہ جو فعل اختیاری علامت قیامت سے ہوں وہ معصیت و مذموم ہیں۔“ (۱)

اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اس حدیث میں جن افعال و اعمال کی فہرست پیش کی گئی ہے وہ سخت گناہ و معصیت کے کام ہیں جن سے بچنا اور دور رہنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔

☆ ایک شیطانی دھوکہ کی پردہ دری:

اس تفصیل سے ایک شیطانی دھوکہ و فریب کاری کی قلعی کھل گئی۔ وہ یہ کہ شیطان نے اکثر لوگوں کو یہ دھوکہ دے رکھا ہے کہ یہ ساری باتیں جن کے قیامت کے قریب ہونے کی خبریں آئی ہیں وہ بہر حال ہو کر رہیں گی۔ اس میں انسان بے بس ہے لہذا نہ ان گناہوں سے مفر ہے نہ اس کے نتائج سے۔ مگر یاد رہے کہ یہ محض شیطان کی فریب کاری اور مکاری ہے۔ ورنہ غور کیجئے کہ یہ امور اگر ہمارے اختیار میں نہ ہوتے اور ہم اس سلسلے میں مجبور محض ہوتے تو ان باتوں کی برائی و مذمت کیوں بیان کی جاتی اور ان سے بچنے کا کیوں حکم دیا جاتا اور ان گناہ کو معصیت قرار دینا کیونکر صحیح ہو تا۔ ظاہر ہے کہ گناہ اسی کو کہتے ہیں جس کو آدمی اپنے اختیار سے کرے، بے اختیار جو کام سرزد ہو جائے اس کو گناہ نہیں کہا جاسکتا اور نہ ہی اس سے بچنے کا حکم دیا جاسکتا ہے، کیونکہ آدمی کو صرف ان چیزوں کا مکلف بنایا گیا ہے جو اس کی قدرت و اختیار میں ہوں، قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

﴿لَا يَكْلَفُ اللَّهُ نَفْسًا أَوْ سَعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾ (اللہ تعالیٰ کسی نفس کو مکلف نہیں کرتا مگر صرف اس کام کا جو اس کی طاقت میں ہو اور اس کو ثواب بھی اس کا ملے گا جو ارادے سے کرے اور عذاب بھی اسی کا ہوگا جو ارادہ سے کرے۔) (بقرہ: ۲۸۶)

معلوم ہوا کہ علامت قیامت کے طور پر جن باتوں کو بیان کر کے ان سے بچنے اور رکنے کا حکم دیا گیا ہے وہ سب کے سب انسان کے اختیار میں ہیں، ان میں انسان مجبور و بے بس نہیں جو ایسا خیال کرتے ہیں وہ دراصل شیطانی فریب کے شکار ہیں۔ اس لیے ہم سب کو ہمت سے کام لے کر ان گناہوں سے بچنے اور دور رہنے کی پوری پوری کوشش کرنی چاہئے۔ اب آگے حدیث شریف اور اس کی شرح ملاحظہ فرمائیں:

غریبوں کی حق تلفی

(۱) اذا اتخذ الفیء دولا:

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب مال غنیمت کو شخصی دولت بنا لیا جائے تو ان ہولناک عذابات کا (جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے) انتظار کرو۔

فی اصل میں اس مال کو کہتے ہیں جو بغیر جنگ کے مسلمانوں کو کفار سے حاصل ہو جائے جیسے جزیہ، خراج، عشر اور صلح کا مال اسی طرح فی اس مال کو بھی کہا جاتا ہے جس کو کفار و مشرکین چھوڑ کر بھاگ جائیں (۱)

اور فی کا مال قرآن کی تصریح کے مطابق رسول کریم ﷺ آپ کے رشتہ دار، یتیم، مسکین اور مسافر کا حق ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے:

ما افاء اللہ علی رسولہ من اهل القرۃ فللہ وللرسول ولذی القربی والیتیمی والمسکین وابن السبیل کی لایکون دولة بین الاغنیاء منکم . الخ (حشر: ۷)

(ترجمہ: جو مال لوٹایا اللہ نے اپنے رسول پر بستیوں والوں (کفار) سے سو وہ اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافر کے لیے ہے تاکہ وہ مال (فی) تمہارے مالداروں کی دولت نہ بن جائے۔

اس آیت میں اللہ کو حصہ دار قرار دینا ملکیت کے لحاظ سے ہے۔ اس کے بعد جو پانچ حقدار ہیں، ان میں سے رسول کا حق آپ کی وفات کے بعد ساقط ہو گیا۔ (۲) اور آپ کے بعد آپ کے رشتہ داروں کا بھی حق ختم ہو گیا۔ (۳)

کیوں کہ وہ اس لیے تھا کہ وہ حضرات آپ کی مدد و نصرت کرتے تھے، جب

(۱) تفسیر قرطبی: ۱۴۸ (۲) روح المعانی ۴۶/۲۸ (۳) معارف القرآن ۳۶۸/۸

آپ نہ رہے اور آپ کی نصرت کا سلسلہ نہ رہا تو ان کا حق بھی ختم ہو گیا۔ اب صرف تین قسم کے لوگ فی کے حقدار ہوئے، یتیم، مسکین اور مسافر۔ اس تفصیل سے یہ بتانا مقصود ہے کہ فی کا مال صرف حاجت مندوں اور بے کس مسافروں اور یتیموں کا حق ہے۔ غنی و مالدار لوگوں کا اس پر قبضہ کرنا ناجائز ہے اور قرآن کی مذکورہ بالا آیت کی تصریح کے مطابق یہ تفصیل تقسیم حصص کی اس لیے بیان کی گئی ہے کہ مالدار غنی لوگ اس مال کو اپنی شخصی دولت نہ بنالیں۔

مگر حدیث زیر بحث میں فی سے مراد وہ مال ہے جو فقیروں اور حاجت مندوں کا حق ہے خواہ وہ کفار سے حاصل ہوا ہو یا مسلمانوں سے، پھر وہ کسی بھی طور پر حاصل ہوا ہو، اسی لیے بعض علماء نے فی کی تعریف یہ کی ہے:

هو ما يوضع في بيت مال المسلمين. (۱)

(مال فی وہ مال ہے جو مسلمانوں کے بیت المال میں رکھا گیا ہے)

بہر حال اس سے معلوم ہوا کہ اغنیاء و مالداروں کا غریبوں کے مال پر قبضہ

کر لینا اور ان تک ان کا یہ حق نہ پہنچانا ناجائز اور عذاب الہی کا سبب و باعث ہے۔

حق تلفی کی مختلف صورتیں:

غریب لوگوں کی حق تلفی اور ان کو ان سے محروم کرنا مختلف صورتوں سے

ہوتا ہے۔

(۱) بیت المال میں فقراء و مساکین کے مد میں جو مال جمع ہوتا ہے، اس کو بیت

المال کے ذمہ دار ^{منتظمین} ان تک نہ پہنچائیں اور اپنی جیب بھرنے اور ٹریڈی پُر کرنے لگیں۔

(۲) فقیر محتاج لوگوں کے پاس جو پونجی موجود ہے، اس کو چھین لیا جائے جیسے

بعض سربر آوردہ لوگ پسماندہ طبقے کے افراد پر رعب جما کر چھین لیا کرتے ہیں۔
 (۳) فقیروں اور محتاجوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے مالداروں پر جو صدقہ خیرات مقرر فرمایا ہے، اس کو نہ دینا مثلاً زکوٰۃ، صدقہ فطرہ وغیرہ کیوں کہ یہ بھی ان کا حق ہے، اس کو ادا نہ کرنا ان کے حق کو دبا لینا ہے۔

✽ حق تلفی کرنے والوں کی اخروی سزائیں:

حق تلفی کرنے والوں پر دنیا میں بھی بعض اوقات سزا کے طور پر عذابات بھیج دیئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ زیر بحث حدیث میں اس پر سزائیں سنائی گئی ہیں۔ اور آخرت میں تو ایسے لوگوں کو ضرور سزا ملے گی اور ان اخروی سزاؤں کی کچھ تفصیل بعض حدیثوں میں آئی ہے۔ مثلاً

(۱) ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ کھڑے ہوئے اور آپ نے مال غنیمت میں خیانت کا ذکر کیا اور اس کو بڑا گناہ قرار دیا، فرمایا کہ میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر بکری ہو اور پکار رہی ہو، یا اس کی گردن پر گھوڑا سو اور ہنہنار ہا ہو اور یہ شخص کہے کہ یا رسول اللہ! میری فریاد سنی کیجئے اور میں کہ دوں کہ مجھے کچھ اختیار نہیں، میں نے تو اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا، یا اس کی گردن پر اونٹ بلبلا رہا ہو، یا اس کی گردن پر سونا چاندی ہو، یا اس کی گردن پر کپڑے ہوں۔ الخ۔ (۱)

مطلب یہ ہے کہ جو جو چیز خیانت کے ذریعہ کسی کی دہالی ہوگی وہ وہاں اس کی گردن پر سوار ہوگی اور یہ اللہ کے رسول ﷺ سے مدد چاہے گا اور آپ علیہ السلام اس کی شفاعت کرنے سے انکار کر دیں گے۔

(۲) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی کی ایک

بالشت زمین دبا لے گا، اس کو زمین کے ساتوں طبقے طوق بنا کر پہنائے جائیں گے۔ (۱)
 (۳) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی کی کچھ
 زمین ناحق لے لے گا وہ قیامت میں زمین کے ساتوں طبقے تک دھنسا دیا جائے
 گا۔ (۲)

(۴) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) ایک قوم کو قبروں
 سے اٹھائے گا جن کے پیٹوں سے آگ نکل رہی ہوگی اور ان کے منہ آگ کے شعلے
 بھڑکار رہے ہوں گے۔ آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہوں گے؟
 فرمایا کہ تم نے اللہ کا یہ قول نہیں دیکھا کہ جو لوگ یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں ظلم کر کے،
 وہ دراصل اپنے پیٹوں میں آگ کھا رہے ہیں۔ (۳)

(۵) حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ ہم (ایک مرتبہ) رسول کریم ﷺ کی
 خدمت میں تھے کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی مسلمان کا حق (جھوٹی) قسم کے
 ذریعہ حاصل کرتا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ جہنم کو واجب اور جنت کو حرام
 کر دیتا ہے۔ (۴)

ان چند احادیث سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دوسروں کے حقوق خصوصاً یتیموں
 کے حقوق کو دبا لینے والوں اور ان پر ظلم کرنے والوں پر قیامت میں کس قدر سخت
 عذابات ہوں گے۔

❖ ایک عبرت ناک واقعہ:

علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ بعض عارفین سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے ایک
 شخص کو دیکھا جس کا ہاتھ مونڈھے سے کٹا ہوا تھا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ
 تیرا کیا قصہ ہے؟ کہا کہ اے بھائی بڑا عجیب قصہ ہے وہ یہ ہے کہ میں نے ایک آدمی

(۱) بخاری، کتاب المظالم: ۱/۳۳۱ (۲) ایضاً (۳) الکبائر للذہبی: ۶۵ (۴) کتاب الکبائر: ۱۰۲

کو دیکھا جس نے مچھلی شکار کر رکھی ہے جو مجھے پسند آگئی، میں نے اس سے کہا کہ یہ مچھلی مجھے دیدے، اس نے کہا کہ میں نہیں دے سکتا ہوں کیوں کہ میں اسی کی قیمت سے میرے اہل و عیال کی غذا و خوراک کا انتظام کرتا ہوں، یہ سن کر میں نے اس کو مارا اور اس سے وہ مچھلی زبردستی لے لی اور چلا گیا، وہ کہتا ہے کہ میں اس کو اٹھا کر لے جا رہا تھا کہ اس مچھلی نے میرے انگوٹھے کو زور سے کاٹ لیا۔ جس سے میں نے بہت ہی درد محسوس کیا۔ حتیٰ کہ شدت تکلیف کی وجہ سے سو بھی نہ سکا اور میرا ہاتھ بھی سوج گیا اور صبح ہوئی تو طبیب کے پاس گیا، اس نے کہا کہ اب یہ سڑنا شروع ہو گیا ہے لہذا انگلی کو کاٹ دو ورنہ ہاتھ کاٹنا پڑے گا، وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنی انگلی کٹوا دی، مگر یہ تکلیف بڑھ کر ہاتھ میں آگئی، مجھ سے کہا گیا ہے کہ گٹوں تک ہاتھ کٹوادو، میں نے کٹوایا، مگر تکلیف بازو تک پھیل گئی تو یہاں تک کاٹ دینا پڑا، بعض لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ یہ تکلیف کس سبب سے پیدا ہوئی؟ میں نے مچھلی کا قصہ سنایا۔ اس نے کہا کہ اگر تو پہلی ہی دفعہ مچھلی والے سے مل کر معاف کرالیتا تو تیرے اعضاء نہ کاٹے جاتے۔ لہذا اب جا کر معافی مانگ لے، وہ کہتا ہے کہ میں گیا اور معافی مانگا اور یہ میرا قصہ سنایا، تو اس نے معاف کر دیا۔ (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی کا حق چھیننا اور دبا لینا خدا کو ناراض کر دینا ہے اور اس سے دنیا و آخرت دونوں جگہ مصیبت اٹھانی پڑتی ہے۔

امانت میں خیانت

والامانة مغنما:

”اور جب امانت کو مال غنیمت بنا لیا جائے،“ مال امانت کو مال غنیمت سمجھ لینے کا مطلب یہ ہے کہ جیسے غنیمت کا مال حلال ہے اسی طرح امانت کے مال کو بھی حلال

سمجھ کر اس میں تصرف کیا جائے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ امانت میں خیانت کرنا اور پھر مال غنیمت کی طرح اس کو حلال سمجھنا، یہ بھی ان گناہوں اور شدید تر غلط کاریوں میں سے ہے جن کو علامات قیامت کے ظہور کا سبب بتایا گیا ہے جو ہولناک و خطرناک مصائب کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام میں خیانت کس قدر بری اور گندی چیز ہے کہ اس کے عام ہو جانے پر ان سخت ہولناک عذابات کی وعید سنائی گئی ہے، چنانچہ خیانت کی برائی پر قرآن و حدیث میں واضح ارشادات موجود ہیں۔

❖ خیانت کی برائی و ممانعت:

قرآن مجید میں فرمایا گیا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (انفال: ۲۷) (اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی امانت میں خیانت نہ کرو، اور نہ خود تمہاری امانتوں میں خیانت کرو جب کہ تم جانتے ہو)

اس آیت میں صاف طور پر امانت میں خیانت سے منع کیا گیا ہے۔ اسی طرح احادیث میں بھی اس کی برائی و ممانعت آئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ منافق کی تین علامتیں ہیں، ایک یہ ہے کہ جب بولے گا تو جھوٹ بولے گا دوسرے یہ کہ وعدہ کرے گا تو (قصداً) اس کے خلاف کرے گا اور تیسرے یہ کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے گی تو اس میں خیانت کرے گا۔ (۱)

اور ایک حدیث میں فرمایا کہ جس کے پاس امانت نہیں اس کا ایمان نہیں۔ (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ خیانت کرنا مومن کی نہیں بلکہ منافق کی صفت ہے۔ ایک

(۱) بخاری کتاب الایمان ۱۰: (۲) الکبائر: ۱۳۹

شخص مومن ہو کر خیانت نہیں کر سکتا۔ ایک حدیث میں اس سے زیادہ صاف الفاظ میں یہ بات فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ امام احمد نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن ہر صفت پر پیدا ہو سکتا ہے سوائے خیانت اور جھوٹ کے۔ (۱)

معلوم ہوا کہ جھوٹ کی طرح خیانت بھی مومن کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔

❖ خیانت کا عذاب:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اس شخص کو لایا جائے گا جس نے امانت میں خیانت کی ہوگی اور اس سے کہا جائے گا کہ امانت ادا کرو وہ کہے گا ”اے پروردگار یہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ دنیا تو جا چکی ہے؟“ اب اس شخص کو جہنم کی گہرائی میں اس (امانت کی) چیز جیسی کوئی چیز دکھائی دے گی، اس سے کہا جائے گا کہ اس میں اتر اور اس کو نکال لا، پس وہ اترے گا اور اس کو اپنے کندھے پر اٹھائے گا تو وہ چیز اس کو دنیا کے پہاڑوں سے زیادہ وزنی معلوم ہوگی، حتیٰ کہ جب وہ یہ خیال کرے گا کہ میں اب کامیاب ہو گیا تو جہنم کی پستی میں گر پڑے گا، اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس میں پڑ جائے گا۔ (۲)

❖ خیانت کی شکلیں:

یہاں یہ بات خاص طور پر جان لینے کی ہے کہ خیانت صرف مال میں نہیں ہوتی بلکہ خیانت کی بہت شکلیں ہیں: ان میں سے ایک مالی خیانت ہے، جس کو سبھی جانتے ہیں۔ اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ خیانت کے معنی ہیں امانت کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا، اور امانت نام ہے ہر اس چیز کا جو دوسرے کی کسی کے ذمہ ہو، خواہ وہ مال ہو یا کسی اور طرح کا حق ہو، اسی عام معنی میں قرآن کریم نے امانت کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

(۱) الکبائر: ۱۵۰ (۲) الکبائر: ۱۵۰ قال فی الحاشیة: قال احمد اسنادہ جید

اناعرضنا الامانة على السموات والارض والجبال فابین ان
 یحملنها واشفقن منها وحملها الانسان. (سورہ احزاب: ۷۲)
 (بلاشبہ ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر امانت کو پیش کیا، انہوں نے
 اس بار کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور انسان نے اس بار امانت کو اٹھالیا)

یہاں امانت سے مراد تمام دینی احکامات ہیں جو انسان کے ذمہ خدا کی طرف
 سے عائد ہوتے ہیں۔ اسی لیے بعض نے امانت کی تفسیر فرائض سے، کسی نے نماز سے،
 کسی نے غسل سے، کسی نے عفت و عصمت کی حفاظت سے کی ہے۔ جیسا کہ مفسرین
 نے بیان کیا ہے۔ (۱)

اور حدیث شریف میں اسی معنی کے لحاظ سے فرمایا گیا ہے کہ مجلسیں امانت
 ہیں۔ (۲)

یعنی مجلس میں جو بات ہوئی وہ امانت ہے۔

اسی طرح میاں بیوی کے درمیان ہونے والی رازدارانہ گفتگو کو امانت
 فرمایا گیا ہے۔ (۳)

الغرض امانت ہر وہ چیز ہے جو کسی کے ذمہ عائد کی گئی ہو۔ اور خیانت کے معنی
 امانت کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا ہے۔ لہذا ان سب باتوں میں خیانت جاری ہوتی
 ہے۔ مثلاً نماز نہ پڑھنا خیانت ہے، روزہ نہ رکھنا خیانت ہے، اپنی عفت کی حفاظت
 نہ کرنا خیانت ہے، خدا اور رسول کے بتائے ہوئے کسی بھی حکم کی مخالفت کرنا خیانت
 ہے، اسی سے اس آیت میں منع کیا گیا ہے جو اوپر درج کی گئی ہے کہ خدا اور رسول کی
 امانت میں خیانت نہ کرو۔

(۱) دیکھو تفسیر قرطبی: ۱۴/۲۳۵ (۲) ابوداؤد مع بزل المجہود: ۶/۲۵۲ (۳) ایضاً

مگر چوں کہ زیر بحث حدیث میں بظاہر خیانت سے مالی خیانت مراد ہے اس لیے ہم یہاں مال سے متعلق خیانت کی بعض جزئیات کو پیش کرنا چاہتے ہیں جن میں عام طور پر غفلت برتی جا رہی ہے اور لوگ اس کو خیانت نہیں سمجھتے۔

❖ بیوی کا مہر اور معاشرے کی تباہ کاریاں:

بیوی کا مہر شوہر کے ذمہ واجب الادا ہے، یہ بیوی کی امانت ہے۔ قرآن کریم میں حکم دیا گیا ہے کہ عورتوں کو ان کا مہر ادا کرو۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ایسے پانچ شخصوں کا ذکر فرمایا ہے جو خدا کے غضب کے مستحق ہیں، اور ان میں اس شخص کا بھی ذکر کیا ہے جو بیوی کا مہر ادا نہ کر کے اس پر ظلم کرے۔ (۱)

معلوم ہوا کہ مہر ادا نہ کرنا ایک ظلم ہے اور ایسے شخص پر جو مہر ادا نہیں کرتا خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔

آج معاشرے میں جہاں اور بہت ساری خرابیاں موجود ہیں، وہیں یہ بیماری بھی مشاہدے میں آرہی ہے کہ شوہر بیوی کا مہر اپنے ذمہ سمجھتا ہی نہیں، بس نکاح کے وقت محض دکھاوے اور بڑائی کے لیے لمبا چوڑا مہر باندھا جاتا ہے جس کی ادائیگی کا خیال و تصور بھی نہیں ہوتا، بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ ادا نہیں کرنا ہے۔ حالانکہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کم یا زیادہ مہر پر نکاح کرے اور اس کے دل میں یہ نہ ہو کہ اس مہر کو ادا کرنا ہے تو وہ قیامت کے دن اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ زانی قرار دیا گیا ہوگا۔ (۲)

مہر کے سلسلے میں ایک تباہ کاری یہ بھی معاشرے میں رائج ہے کہ شوہر کے انتقال پر کنبہ کی عورتیں، مرنے والے کی بیوی کو مجبور کرتی ہیں کہ وہ اپنا مہر معاف کر دے، حالانکہ جب تک کوئی دل سے معاف نہ کرے معاف نہیں ہوتا۔ نیز ایسی

(۱) الکبائر للذہبی: ۱۰۶، (۲) جمع الفوائد: ۱/۲۱۹

حالت میں جب کہ عورت رنج و غم میں مبتلا ہے، اس سے معاف کرنا بالکل غلط ہے۔ وہ تو ایسی حالت میں معاف کر رہی دے گی، خواہ جی چاہے یا نہ چاہے۔ پھر بھی سوچنا چاہئے کہ مہر معاف کیوں کرایا جائے؟ جب کہ اس بیوہ عورت کو شوہر کے مال سے اس کا حق مل سکتا ہے؟ محض رسم پرستی ہے اور کچھ نہیں۔

❖ مستحق لوگوں کا نفقہ امانت ہے:

اسی طرح بیوی بچوں کا نفقہ (خرچ) واجب الادا اور امانت ہے۔ نیز محتاج والدین، بھائی، بہن اور دیگر حاجت مندرشتہ داروں کا نفقہ بھی امانت ہے اس میں کوتاہی کرنا خیانت کا مجرم بناتا ہے۔

❖ مزدور کی اجرت امانت ہے:

مزدور کی اجرت بھی امانت ہے، مزدور سے کام لے کر اس کو اجرت نہ دینا بھی اس کی خیانت ہے اور اس کی بھی بڑی سزا ہے۔ بخاری میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تین آدمی ایسے ہیں کہ میں قیامت کے دن ان کا دشمن ہوں گا: ایک وہ جو وعدے کر کے اس کو توڑ دے، دوسرے وہ جو کسی آزاد آدمی کو بیچ کر اس کی قیمت کھائے، تیسرے وہ شخص جو کسی مزدور سے کام لے کر اس کا اجر نہ دے۔ (۱)

❖ دینی خدام کا نفقہ امانت ہے:

اسی طرح دین کی خدمت پر جو حضرات علماء و فقہاء اور حفاظ و قراء لگے ہوئے ہیں، ان کا نفقہ قوم کے ذمہ ہے اور امانت ہے، اس کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا بھی خیانت ہے۔ مگر افسوس کہ آج قوم کا مزاج اس قدر فاسد اور خراب ہو چکا ہے کہ وہ ان حضرات کا خرچہ و نفقہ اپنے ذمہ امانت تو کیا سمجھتے بلکہ الٹا حضرات علماء و فقہاء پر اپنا احسان جتاتے

ہیں، حالاں کہ یہ ان کی امانت ہے جس کا ادا کرنا قوم کے ذمہ لازم ہے۔

بلکہ بعض لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ علماء و خدام کا کوئی حق ہی نہیں ہے۔ خدام دین کو بلا معاوضہ کام کرنا چاہئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے تعلیقاً نقل کیا ہے کہ قاضی شریح قضاء کے کام پر اجرت لیتے تھے اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی خلافت میں بیت المال سے خرچ لیا ہے۔ (۱)

اب کیا یہ حضرات بھی نشانہ ملامت بنائے جائیں گے؟

پھر غور یہ کرنا ہے کہ علماء و خدام دین اپنی خدمت کا معاوضہ ہرگز نہیں لیتے ہیں، بلکہ وہ اپنا کام خدا کے لیے کر رہے ہیں، اور خدا کی طرف سے ایسے خدام دین کا نفقہ مسلمانوں پر عائد کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن میں صاف موجود ہے:

﴿لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أَحْصَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي

الارض﴾ (بقرہ: ۲۷۳)

(اس میں حق ہے ان حاجت مندوں کا بھی جو مقید ہو گئے ہوں اللہ کی راہ میں کیوں کہ وہ زمین میں محنت نہیں کر سکتے)

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ کے راستے میں مقید ہونے والے سے مراد طالب علم ہے اور ”زمین پر جو محنت نہیں کر سکتے“ کا مطلب یہ ہے کہ معاش کے لیے فرصت نہیں پاتے۔ (۲)

بہر حال معلوم ہوا کہ دینی خدام کا نفقہ خدا نے قوم کے ذمہ لگایا ہے، اس میں کوتاہی کرنا خیانت میں داخل ہے۔

ادائیے زکوٰۃ میں کوتاہی

والزکوٰۃ مغرماً: اور زکوٰۃ کوتاواں سمجھ لیا جائے

(۱) بخاری کتاب الاحکام ۱۰۶۱/۲ (۲) اصلاح انقلاب ۱۹۲/۲

تو (ان عذابوں کا) انتظار، زکوٰۃ کو تاوان سمجھ لینے کا مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ کو تاوان کی طرح ظلم سمجھ لیا جائے۔ ظاہر ہے کہ زکوٰۃ جس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کو ظلم سمجھنا بڑی گمراہی کی بات ہے اور اس کو تاوان سمجھنے سے ایک نتیجہ تو یہ نکلے گا کہ زکوٰۃ ادا نہ کرے گا۔ دوسری بات یہ ہوگی کہ اگر دے گا تو نہایت غلط طریقہ پر دے گا کیوں رضا و رغبت نہ ہوگی اور یہ سب خدا کو ناراض کرنے والی باتیں ہیں۔

❖ زکوٰۃ کا تاکید حکم:

اسلام میں زکوٰۃ کی اہمیت اور اس کا تاکید حکم اور زکوٰۃ نہ دینے پر سخت عذابات کی وعیدیں کس سے مخفی ہیں؟ اس لیے اس پر کسی تفصیل و توضیح کی کوئی ضرورت نہیں، البتہ ایک آیت اور ایک حدیث پیش کر دینا مناسب ہوگا۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا ينفقونها فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ. يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَنُ بَهِا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ﴾ (توبہ- ۳۴-۳۵)

(ترجمہ: اور جو لوگ سونا، چاندی جمع کرتے ہیں اور ان کو اللہ کے راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خبر سنا دو جس دن کہ (مال) جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا، پھر اس سے ان لوگوں کی پیشانیاں پہلو اور پٹھیں داغی جائیں گی، کہ یہ وہی ہے جس کو تم نے جمع کیا تھا، اب اس کا مزہ چکھو)

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ جسے مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ نہ نکالے تو اس کا مال قیامت کے دن اس کے لیے پرانے سانپ کی شکل میں

کر دیا جائے گا جس کے سر میں دو کالے نکتے ہوں گے، سانپ اس دن اس کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا اور وہ اس کے دو جبروں کو ڈسے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔ الخ (۱)

✽ زکوٰۃ نہ دینے کا برزخی عذاب:

زکوٰۃ میں کوتاہی کرنے والوں پر برزخ (قبر) میں بھی عذاب ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک لمبی حدیث میں معراج کے واقعے میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آپ کا گذر ایک ایسی قوم پر سے ہوا جس کے اگلے اور پچھلے حصے پر پیوند لگے ہوئے تھے اور وہ جانوروں کی طرح جہنم کے کانٹوں دار درخت اور پھل اور جہنم کے گرم گرم پتھروں کو چر رہے تھے، پوچھا کہ اے جبرئیل یہ کون ہیں؟ فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کا صدقہ زکوٰۃ نہیں دیتے تھے۔ (۲)

✽ ایک عجیب واقعہ:

زکوٰۃ نہ دینے والے پر عذاب قبر کا ایک عجیب واقعہ علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ علامہ یوسف فریابی اپنے ساتھیوں کے ساتھ ابوسنان علیہ الرحمۃ کی زیارت کے لیے گئے، ابوسنان نے فرمایا کہ چلو ہمارے پڑوسی کے بھائی کا انتقال ہو گیا ہے، ان کی تعزیت کرائیں، کہتے ہیں کہ جب اس پڑوسی کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ بہت رورہا ہے اور ہماری تعزیت کو بھی قبول نہیں کرتا ہے، کہتے ہیں کہ ہم نے کہا کہ کیا تو جانتا نہیں کہ موت کے بغیر چارہ نہیں کہنے لگا، ہاں جانتا ہوں مگر میں اس لیے رورہا ہوں کہ میرا بھائی صبح وشام عذاب میں مبتلا ہے، کہتے ہیں ہم نے پوچھا کہ تجھ کو کیسے معلوم ہوا، کیا تجھ کو غیب پر خدا نے اطلاع دی ہے؟ اس نے کہا نہیں لیکن جب میں نے میرے بھائی کو دفن کر دیا اور اس پر مٹی ہموار کر دی، اور لوگ چلے گئے تو میں

(۱) بخاری کتاب الزکوٰۃ ۱/۱۸۸ (۲) کتاب الروح لابن القیم: ۵۹

نے قبر سے اچانک ایک آواز سنی کہ آہ مجھ کو انہوں نے تنہا بٹھا دیا ہے کہ میں عذاب کا اندازہ کروں، میں تو نماز پڑھتا تھا، روزے رکھتا تھا، یہ سن کر مجھ کو بھی رونا آ گیا، میں نے اس کی قبر سے مٹی ہٹائی تو دیکھا کہ قبر آگ کے شعلے بھڑکار رہی ہے اور میرے بھائی کے گلے میں آگ کا طوق ہے۔ بھائی کی محبت نے مجھے ابھارا، اور میں نے اس کی گردن سے طوق اتارنے کے لیے ہاتھ بڑھائے تو وہ جل گئے۔ محمد بن یوسف فرماتے ہیں کہ اس نے ہم کو اپنا ہاتھ دکھایا کہ وہ جل کر کالا ہو گیا ہے، پھر اس نے کہا کہ اب میں اس کے حال پر کیوں غم نہ کروں اور کیسے نہ روؤں؟ محمد فریابی کہتے ہیں کہ ہم نے پوچھا کہ تیرے بھائی کا عمل کیا تھا؟ اس نے کہا وہ اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتا تھا۔ (۱)

❖ زکوٰۃ کے بارے میں چند کوتاہیاں:

اوپر عرض کر چکا ہوں کہ زکوٰۃ کو تادان سمجھنے والے اولاً تو زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے ہی تیار نہ ہوں گے اور اگر تیار بھی ہوں گے تو ایسے طریقے سے ادا کریں گے جس سے معلوم ہو کہ یہ ایک ظلم سمجھ کر زکوٰۃ دے رہے ہیں۔ چنانچہ آئے دن دیکھنے میں آتا ہے کہ بعض مالدار طبقے کے لوگ زکوٰۃ اس طرح ادا کرتے ہیں کہ گویا وہ خدا پر احسان کر رہے ہیں۔ بعض اوقات ان کی زبانوں سے بھی ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اس کو اپنا فرض سمجھ کر نہیں بلکہ تادان خیال کرتے ہوئے دے رہے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ اپنے پورے مال کی زکوٰۃ نہیں نکالتے بلکہ تھوڑی بہت نکال دیتے ہیں اور بظاہر لوگوں کو دکھاتے ہیں کہ ہم نے زکوٰۃ ادا کر دی ہے۔ حالانکہ یہ ان کے کل مال کے عشر عشر کی زکوٰۃ بھی نہیں ہوتی جیسے بعض بلکہ اکثر تجارت پیشہ لوگ ٹیکس سے بچنے کے لیے پورا حساب نہیں بتاتے اور تھوڑا بہت حساب بتا کر پیچھا چھڑاتے ہیں مگر ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ انسان،

انسان کو دھوکہ دے سکتا ہے، مگر خدا کو دھوکہ نہیں دیا جاسکتا۔ بہر حال بتانا یہ ہے کہ یہ سب اسی غلط خیال کی کرشمہ سازی ہے کہ زکوٰۃ کو ایک ظلم سمجھ لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اہل اسلام کے دلوں کو ایمان و عمل صالح کے لیے کھول دے۔ آمین

علم دین سے دنیا کمانا

وتعلم لغير الدين:

اور علم غیر دین کے لیے حاصل کیا جائے
یعنی علم دین کو دین کی خاطر حاصل نہ کیا جائے بلکہ دین سے ہٹ کر دوسرے اغراض و مقاصد کے تحت اس کو حاصل کیا جائے، خواہ وہ مال و دولت کے لیے ہو یا جاہ و حشمت کی خاطر، حکومت و سلطنت اس کا مقصد ہو یا نام و نمود و شہرت۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم دین حاصل کرنے والے کا مقصد صرف دین ہونا چاہئے۔ دین سے ہٹ کر کسی اور مقصد کے تحت وہ علم دین حاصل کرتا ہے تو وہ ان عذابات کا مستحق ہے جن کا ذکر درج بالا حدیث میں کیا گیا ہے۔

﴿﴾ دنیا طلب عالم کا حشر:

اور ان دنیا طلب علماء کا حشر بہت بُرا ہوگا۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس لیے علم حاصل کرتا ہے کہ علماء سے مناظرہ بازی کرے یا جاہلوں سے جھگڑے یا لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرے تو اس کو اللہ تعالیٰ جہنم میں داخل کریں گے۔ (۱)

ایک حدیث میں تین شخصوں کا ذکر ہے جن کو باوجود نیک عمل کرنے کے جہنم میں جھونکا جائے گا، ان میں سے ایک وہ ہے جو بہت بڑا عالم و قاری قرآن ہوگا، اس کو

(۱) مشکوٰۃ المصابیح: ۳۴۰

حاضر کر کے پوچھا جائے گا کہ تو نے کیا عمل کیا؟ وہ اپنی کارگزاریاں سنائے گا، اس سے کہا جائے گا تو جھوٹا ہے، تو نے یہ سب نیک عمل اس لیے کیا تھا کہ تجھ کو بڑا عالم کہا جائے، لہذا یہاں تیرا کچھ حصہ نہیں، پھر اس کو جہنم رسید کر دیا جائے گا۔ (۱)

✽ علماء سوء کی مذمت:

علماء دنیا جن کو علماء سوء کہا جاتا ہے آج معاشرے میں گندگی پھیلاتے اور دین کے نام پر خرافات جاری کرتے نظر آتے ہیں، اور اس کارروائی سے ان کا مقصود صرف دنیا اور دنیا کی فانی و مادی چیزیں، دنیا کی محبت و جاہ کی طلب نے ان کو دین میں خرابی و فتور پیدا کرنے پر ابھار دیا ہے، حتیٰ کہ امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کو کہنا پڑا کہ ہر ضعف و کمزوری جو اس زمانے میں امور شریعت میں واقع ہوئی ہے اور دین کی تقویت و ملت کی ترویج میں فتور واقع ہوا ہے یہ علماء سوء کی نحوست اور ان کی نیتوں کے فساد سے ہے۔ (۲)

یہ علماء سودین کی ترویج کے بجائے، اپنے جذبہ بدکی تسکین کے لیے خرافات کی ترویج کرتے ہیں، دین میں بدعات پیدا کرتے ہیں اور اس پر موضوع و من گھڑت روایات پیش کر کے عوام کو اپنی طرف مائل کرتے ہیں، علماء آخرت سے لوگوں میں بدظنی پیدا کرتے ہیں اور غنی و مالدار لوگوں سے چا پلوسی سے پیش آتے ہیں، ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں، ان کے پاس بھلے بننے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے علم کو اور ساتھ ہی دوسرے علماء کو ان دنیا داروں کے سامنے ذلیل و رسوا کرتے ہیں۔ یہی وہ علماء سوء ہیں جن کے بارے میں اللہ کے رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ بدترین علماء وہ ہیں جو امیروں کے پاس آتے ہیں۔ (۳)

(۱) کتاب الکبائر: ۱۴۳ (۲) المنتخبات من المکتوبات: ۵ (۳) ابن ماجہ کذافی احیاء العلوم

اور حضرت سعید بن المسیب نے فرمایا کہ جب تم کسی عالم کو دیکھو کہ وہ امیروں سے تعلق رکھتا ہے تو اس سے دور رہو کیوں کہ وہ (عالم نہیں) چور ہے۔ (۱)

اور حضرت سفیان نے فرمایا کہ جہنم میں ایک وادی ہے جس میں صرف ان علماء کا ٹھکانہ ہوگا جو بادشاہوں کی زیارت (دنیا حاصل کرنے کے لیے) کرنے والے ہیں۔ (۲)

✽ ایک عبرتناک واقعہ:

امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک شخص خدمت کیا کرتا تھا، وہ لوگوں سے بیان کرتا تھا کہ مجھے موسیٰ صلی اللہ نے یہ بات بتائی، کبھی کہتا کہ مجھے موسیٰ کلیم اللہ نے، موسیٰ نجی اللہ نے یہ خبر دی، اس طرح لوگوں کو سنا سنا کر اس نے خوب مال و دولت جمع کر لی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک دفعہ اس کو مفقود پایا، اور لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھنا شروع کیا مگر اس کی کچھ خبر نہ ملی، پھر اچانک ایک دن ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے ہاتھ میں خنزیر (سور) تھا اور سور کے گلے میں کالی رسی بندھی ہوئی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس آنے والے سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو بہت دنوں سے نظر نہیں آ رہا تھا کہ فلاں کو تم جانتے ہو کہ وہ کہاں ہے؟ اس نے کہا اے حضرت! یہ سور وہی شخص ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے سوال کیا کہ اے اللہ اس کو اپنی اصلی حالت پر لوٹا دے تاکہ میں اس سے اس کے مسخ ہوجانے کی وجہ دریافت کر لوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ اگر تم مجھے ان تمام ناموں سے پکارتے جن سے آدم اور ان کے بعد کے انبیاء نے مجھ کو پکارتا تھا میں یہ دعا قبول نہ کرتا، لیکن میں اس

کی وجہ بتا دیتا ہوں کہ میں نے اس کو سُخ کیوں کیا ہے؟ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ شخص دین کے ذریعہ دنیا طلب کرتا تھا۔ (۱)

✽ علماء کی دنیا طلبی کے برے اثرات:

علماء سو کی دنیا طلبی نے معاشرے پر جو اثرات چھوڑے ہیں، ان کی فہرست تو بڑی طویل ہے، ان کی تفصیلات پیش کرنے کا یہ موقع نہیں، البتہ یہاں ایک بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں، وہ یہ کہ ان دنیا طلب بلکہ دنیا پرست علماء سو کی مجرمانہ حرکتوں کی وجہ سے لوگوں نے اور خاص طور پر مالدار لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ علماء انہی دنیا کے کتوں کا نام ہے۔ اس لیے ان کے ساتھ بھی اور دوسرے علماء ربانیین کے ساتھ بھی وہی سلوک کرنے لگے جو ایک کتے کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ دنیا کے کتے برابر ان دنیا داروں کو چاٹتے رہتے ہیں جوں جوں ان کو تھکا راجاتا ہے۔

اس صورت حال نے ایک طرف دنیا داروں کو نہ صرف یہ موقع دیا کہ وہ ان علماء سو کو برا کہتے بلکہ انہیں یہ موقع بھی ہاتھ آیا کہ علماء ربانیین اور خود دین اسلام کو بھی برائی سے یاد کریں اور اسلام کو بری نگاہوں سے دیکھیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج مساجد میں علماء احکام اسلام کے نہیں بلکہ مسجد کے صدر و سکریٹری و دیگر اراکین کے تابع فرمان و خادم و غلام بنے ہوئے ہیں، سمجھایا جاتا ہے کہ یہ علماء محض اپنی ضروریات زندگی کی خاطر امامت، خطابت و تعلیم و تدریس کا مشغلہ اختیار کرتے ہیں اور یہ سمجھنے والے انہی علماء سوء کی حرکتوں سے یہ سمجھتے ہیں، لہذا ایک نوکر سے زیادہ ان کی وقعت و عظمت دلوں میں نہیں ہے۔

اے کاش! کہ یہ علماء سوء خدا پر توکل و اعتماد کی دولت سے مال مال ہوتے اور دنیا اور دنیا پرستوں سے اپنے آپ کو مستغنی کر لیتے تو آج یہ ذلت و رسوائی ہرگز نہ

ہوتی اور بجائے اس کے کہ علماء امراء کے پاس جاتے، امراء علماء کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اس کو فخر سمجھتے اور اس سے خود اپنا وقار بھی رہتا اور اسلام و شریعت کا وقار بھی قائم رہتا۔

✽ شیخ جیلانی کا ملفوظ:

آخر میں ان دنیا پرست علماء کے متعلق حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا ایک ملفوظ ان کی مجالس سے نقل کرتا ہوں جس میں آپ نے ان علماء سے خطاب فرمایا ہے، فرماتے ہیں:

”اے علم و عمل میں خیانت کرنے والو! تم کو ان سے کیا نسبت؟ اے اللہ اور اس کے رسول کے دشمنو! اے بندگانِ خدا کے ڈاکوؤ! تم کھلے ظلم اور کھلے نفاق میں (بتلا) ہو، یہ نفاق کب تک رہے گا؟ اے عالمو! اے زاہدو! شاہان و سلاطین کے لیے کب تک منافع بنے رہو گے کہ ان سے دنیا کا زرو مال اور اس کی شہوات و لذات لیتے رہو۔ (۱)

بیوی کی خاطر ماں کی نافرمانی

واطاع الرجل امراته وعق امه:

اور مرد اپنی عورت کی اطاعت اور ماں کی نافرمانی کرے

یہاں دو جملہ ہیں ایک اپنی عورت کی اطاعت کرنا، دوسرا ماں کی نافرمانی کرنا۔ یہ ظاہر ہے کہ مطلقاً اپنی بیوی کی بات ماننا اور اس کے مطابق چلنا ناجائز نہیں ہے بلکہ بیوی کی ان باتوں کو ماننا اور اس پر عمل کرنا حرام ہے جو گناہ اور معصیت ہوں، اس لیے یہاں جس چیز کی برائی و مذمت بیان کرنا مقصود ہے۔ وہ ان دونوں جملوں کو ملانے سے ظاہر ہوگی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بیوی کی ایسی اطاعت کرنا جس سے ماں کی نافرمانی لازم آتی ہو، ناجائز ہے اور اس پر مذکورہ عذابات نازل ہوں گے۔

(۱) خطبات غوثیہ مجلس: ۱۵۱/۲۴۵

✽ فرمانبرداری و نافرمانی کے جواز و عدم جواز کا معیار:

اس جملہ کے مضمرات پر بحث کرنے سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ اسلام میں کسی کی فرمانبرداری و نافرمانی کے جائز ہونے یا ناجائز ہونے کا معیار کیا ہے؟ سو اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ کسی کی وہ فرمانبرداری و نافرمانی جائز ہے جس سے خدا کی معصیت لازم نہیں آتی ہو، اور ہر وہ فرمانبرداری و نافرمانی ناجائز و حرام ہے جس سے خدا کی معصیت لازم آتی ہو، جیسے والدین اگر حکم دیں کہ نماز نہ پڑھو تو اس میں ان کی فرمانبرداری ناجائز ہے کیونکہ نماز نہ پڑھنے سے خدا کی معصیت لازم آتی ہے۔ اور اگر والدین کہیں کہ شراب پیو تو اس میں ان کی نافرمانی جائز ہے، کیوں کہ اس سے بھی خدا کی معصیت لازم آتی ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق

کہ خدا کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں کی جاسکتی۔ (۱)

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ نہ تو مطلقاً بیوی کی اطاعت ناجائز ہے اور نہ مطلقاً ماں کی نافرمانی ناجائز ہے، بلکہ بیوی کی وہ اطاعت ناجائز ہوگی جس سے خدا کی نافرمانی لازم آتی ہو، اور اسی طرح ماں کی وہی نافرمانی ناجائز ہوگی جو خدا کی معصیت تک پہنچانے والی ہو۔ لہذا حدیث زیر بحث میں عورت کی اطاعت و ماں کی نافرمانی سے وہی اطاعت و نافرمانی مراد ہے جس سے خداوند قدوس کی نافرمانی ہوتی ہے، یہ وہ بات ہے جس پر قرب قیامت میں خدا کے عذابات نازل ہوں گے۔

✽ معاشرے کی دو بیماریاں:

غرض یہ کہ اس حدیث نے بتایا کہ بیوی کی ایسی خاطر داری جس سے ماں کی

(۱) اس معنی کی بہت سی حدیثیں آئی ہیں، دیکھو فتح الباری: ۱۳/۱۲۳

ایسی نافرمانی لازم آئے جو شریعت میں ناجائز ہو، یہ حرام و معصیت اور عذاب کا باعث ہے۔ مگر افسوس کہ آج کے نوجوان طبقے میں یہ بیماری عام ہوتی جا رہی ہے، نفسانی خواہشات کے غلبہ اور شیطانی وساوس کے تسلط نے ان کو اندھا کر دیا ہے۔ وہ حق و ناحق کے سمجھنے اور صحیح و سقیم میں امتیاز کرنے کی صلاحیت و استعداد سے محروم ہو چکے ہیں، وہ اُجلاد لیکھ کرا چھلتے ہیں اور پیلاد لیکھ کر پھسلتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ بات انسان کے لیے انتہائی ذلت و پستی کی ہے کہ وہ صرف نفسانی خواہشات کا پیرو ہو جائے اور بندوں کے وہ حقوق جو خداوند قدوس نے مقرر کیے ہیں ان سے غافل ہو جائے۔

اسلام نے ماں کے حقوق بتائے ہیں، ان میں سے ایک حق اس کی فرمانبرداری ہے اور اس کی نافرمانی گناہ اور معصیت ہے بلکہ بخاری کی حدیث کے مطابق یہ گناہ کبیرہ ہے۔ (۱)

اب اگر کوئی شخص ماں کی فرمانبرداری سے اس لیے دستکش ہوتا ہے کہ بیوی کی خاطر داری کرے، تو یہ سخت ترین گناہ اور معصیت ہے لیکن یہ یاد رہے کہ مراد بیوی کی وہ خاطر داری ہے جس سے والدہ کی شرعی قاعدے سے نافرمانی لازم آئے۔

الغرض معاشرے میں ایک مہلک و خطرناک بیماری نوجوان طبقے میں پھیلتی جا رہی ہے کہ وہ بیوی کی اطاعت و خاطر داری میں والدہ کی نافرمانی کرنے اور اس سے بغاوت کرنے کے جذبات سے بھرپور ہیں۔

اور اس کے بالمقابل معاشرے میں ایک اور بیماری بھی پھیلتی جا رہی ہے اور اس نے اپنی جڑیں زمین قلب میں کسی قدر جمادی ہیں، اور وہ ہے بیوی کے جائز مطالبات و واجب حقوق کو ماں کی فرمانبرداری میں تلف کر دینا معلوم ہونا چاہئے کہ

(۱) بخاری کتاب الادب: ۲/۸۸۴

جیسے پہلی بیماری خطرناک ہے اور معاشرے کو فاسد و خراب کر دینے والی ہے، اسی طرح یہ دوسری بیماری بھی معاشرے کو بدبودار اور گندہ کر دینے والی ہے۔

✽ ایک عام غلطی کا ازالہ:

اس سلسلے میں، میں یہ عرض کر دینے میں کوئی برائی محسوس نہیں کرتا کہ جس طرح پہلی بیماری کا سبب نوجوان طبقے میں خواہشات نفسانی کا غلبہ اور وساوس شیطانی کا تسلط ہے۔ اسی طرح اس دوسری بیماری کا سبب بڑوں اور ان نوجوانوں کے سرپرستوں کی بے رحمانہ و مجرمانہ رعب داری و خدا و رسول کے احکام سے سرکشی ہے۔ عام طور پر یہ بات دلوں میں رچ بس گئی ہے کہ بیوی کی خاطر داری اور اس کی بات ماننا اور اس کے کسی مطالبے کو پورا کرنا ناجائز ہے، اور جو ایسا کرے وہ ”جور و کاغلام“ ہے مگر یہ خیال خود غلط اور باطل ہے۔ اوپر عرض کر چکا ہوں کہ بیوی کی وہ اطاعت تو ضرور ناجائز ہے جس سے خدا کی معصیت لازم آتی ہو، مگر مطلقاً اور ہر بات میں اس کی اطاعت ناجائز نہیں، خود رسول کریم ﷺ نے حدیبیہ کے موقع پر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مشورہ پر عمل کیا ہے۔ (۱)

اور بعض حدیثوں میں جو آیا ہے کہ عورت کی بات ماننا آخر کار ندامت ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ بے جا اور ناجائز امور میں عورتوں کی اطاعت شرمندگی کا باعث ہے، جیسا کہ علامہ ملا علی قاریؒ نے فرمایا ہے۔ (۲)

غرض یہ کہ عورت کی بات ماننا مطلقاً ممنوع نہیں ہے۔

اس طرح اس کی خاطر داری اور اس کے جائز مطالبات کا پورا کرنا ناجائز تو کیا

(۱) حیاة الصحابہ: ۱/۱۳۲ (۲) موضوعات کبیر: ۴۳۔ اس روایت کو ابن عدی اور عقیلی نے روایت کیا ہے۔ ابن الجوزی نے اس کو موضوع قرار دیا ہے مگر ملا علی اور سیوطی اس کو موضوع قرار نہیں

دیتے۔ دیکھو اللآلی المصنوعہ: ۲/۱۷۴

بلکہ خوبی کی بات ہے۔ حدیث میں عورتوں کے ساتھ بھلائی کا حکم دیا گیا ہے اور حقوق واجبہ کا پورا کرنا تو مرد پر لازم ہے، اس میں کمی و کوتاہی کرنا تو گناہ کی بات ہے اور اس سلسلے میں والدین کی اطاعت بھی ناجائز ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ”ازالۃ الرین“ میں فرماتے ہیں:

”جو امر شرعاً واجب ہو اور ماں باپ اس سے منع کریں، اس میں ان کی اطاعت جائز بھی نہیں، واجب ہونے کا تو کیا احتمال ہے۔ مثلاً اس شخص کے پاس مالی وسعت اس قدر کم ہے کہ اگر ماں باپ کی خدمت کرے تو بیوی بچوں کو تکلیف ہونے لگے تو اس کو جائز نہیں کہ بیوی بچوں کو تکلیف دے اور ماں باپ پر خرچ کرے اور مثلاً بیوی کا حق ہے وہ شوہر سے ماں باپ سے جدا رہنے کا مطالبہ کرے، پس اگر وہ اس کی خواہش کرے اور ماں باپ اس کو شامل رکھنا چاہیں تو شوہر کو جائز نہیں کہ اس حالت میں بیوی کو شامل رکھے بلکہ واجب ہوگا کہ اس کو جدا رکھے“۔ (۱)

نیز اس سلسلے میں مزید تفصیل کے لیے اصلاح انقلاب دیکھئے۔

❖ راہ اعتدال:

بتانا یہ ہے کہ معاشرے میں ایک طرف بعض لوگ ماں کی نافرمانی کر کے خدا کی معصیت کے مرتکب ہو رہے ہیں تو دوسری طرف بعض والدین کے اطاعت شعار لوگ بیوی کے حقوق کو تلف کر کے معصیت کے مرتکب ہو رہے ہیں، اور یہ دونوں باتیں دراصل بے اعتدالی کی ہیں۔ راہ اعتدال یہ ہے کہ خدا کے مقرر کردہ بندوں کے حقوق پورے کئے جائیں، خواہ وہ ماں کے ہوں یا بیوی کے، اس سے خداراضی ہوگا۔ اگرچہ ممکن ہے کہ معاشرے کی خباثوں کے خوگر اور اس کے خرافات میں جکڑے ہوئے لوگ اس کو بھی غلط ہی قرار دیں اور اس سے راضی نہ ہوں لیکن راضی

تو خدا کو کرنا چاہئے نہ کہ مخلوق کو، اس لیے سلامتی کا اور اعتدال کا راستہ یہی ہے کہ اس کو خوش کرنے کی کوشش کرے۔

دوست کو قریب کرنا اور باپ کو دور کرنا

و ادنیٰ صدیقہ و اقصى اباء:

اور جب دوست کو قریب اور باپ کو دور کرے

معلوم ہونا چاہئے کہ دوست اور ساتھی سے محبت و الفت، اس کے ساتھ احسان و سلوک، کوئی ناجائز بات نہیں ہے، البتہ دوست سے تعلقات اور محبت و الفت باپ کے حقوق سے غفلت کا سبب بن جائیں تو بلاشتہ یہ بری اور غلط بات ہے اسی کو یہاں بتانا مقصود ہے، اور باپ کو دور کرنے کا مطلب یہی ہے کہ اس کے حقوق ادا نہ کئے جائیں۔

مسجد میں شور و شغب کرنا

وظہرت الاصوات فی المساجد:

اور مساجد میں شور و شغب کرنا

یعنی دنیاوی باتیں، لڑائی جھگڑے وغیرہ سے مسجدوں کے احترام و تقدس میں فرق پیدا کیا جائے۔ یہ بھی سخت ترین معصیت و گناہ ہے۔

مسجد میں اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں، جو عبادت و بندگی، تسبیح و تہلیل، تعلیم و تبلیغ اور دینی کاموں کے لیے موضوع ہیں۔ وہاں شور و شغب کرنا، ان کے احترام و تقدس کے خلاف ہے اور شعائر اللہ کی بے حرمتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بازار کی طرح مسجد میں

شور کرنے سے پرہیز کرو۔ (۱)

بخاری میں ہے کہ دو شخصوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ڈانٹا کیونکہ وہ مسجد میں شور کر رہے تھے۔ چنانچہ آپ نے ان سے پہلے یہ پوچھا کہ تم کہاں کے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم طائف کے ہیں، آپ نے فرمایا: اگر تم مدینہ کے ہوتے تو تم کو اتنا مارتا کہ درد ہو جاتا، تم اللہ کے رسول کی مسجد میں اپنی آواز بلند کرتے ہو؟ (۱)

✽ مسجد میں شور کی صورتیں:

مسجد میں شور اور آواز کا بلند کرنا جس سے اس حدیث میں ڈرایا گیا ہے، اس کی ایک صورت یہ ہے کہ وہاں دنیاوی باتیں کی جائیں، علماء نے مباح کلام کو بھی مسجد میں مکروہ لکھا ہے۔ (۲)

اس کی ایک صورت یہ ہے کہ وہاں ہنسی مذاق کیا جائے یا دینی باتیں ہی بے وجہ زور زور سے کہی جائیں، علماء نے تو بے وجہ ذکر میں بھی آواز بلند کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔ (۳)

نیز مسجد میں خرید و فروخت کرنا بھی اس شور و شغب میں داخل ہے۔ اسی طرح دعائیں بے وجہ زور زور سے چیخنا بھی اس میں داخل ہے۔ اور یہ ایک بدعت ہے۔ (۴)

دعائیں جہر کے سلسلے میں احقر کا رسالہ ”دعاء سری وجہری پر محققانہ نظر“ ملاحظہ فرمائیے۔ اسی طرح بعض مساجد میں اسپیکر کے ذریعہ کسی کے مرنے کی اطلاع و اعلان کیا جاتا ہے یہ بھی اس میں داخل ہے اور غلط ہے۔ اس کی تفصیل میرے دوسرے رسالے ”سفر آخرت کے اسلامی احکام“ میں درج ہے۔ نیز رمضان میں افطار کے وقت جو ہنگامہ مساجد میں ہے ہوتا ہے یہ بھی اس وعید کا باعث ہے۔ لہذا یہ بھی منکر ہے اس کی تحقیق میں نے رسالہ ”منکرات رمضان“ میں کی ہے۔

(۱) بخاری کتاب الصلوٰۃ: ۶۷۱/۲ (در مختار مع شامی: ۱/۶۶۲ (۳) ایضاً (۴) روح المعانی: ۱۳۹/۸

بعض دینداروں کی بددینی:

یہ حدیث بتاتی ہے کہ مسجدوں میں شور و شغب نہایت بری چیز اور موجب عذاب گناہ ہے۔ مگر افسوس کہ بعض دیندار لوگ نمازوں کے بعد مسجدوں میں باتیں کرنے اور شعور کرنے کے عادی ہیں اور جو نہی نماز ہوئی، باتوں میں مشغول ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات ان کے باز و نمازی نماز میں مشغول رہتے ہیں۔ مگر ان کو اس کا خیال تک نہیں رہتا، اور جب کوئی ان کو تنبیہ کرتا ہے تو یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم دین کی باتیں کر رہے ہیں، اگر واقعہً دین کی باتیں کر رہے ہیں تب تو خیر ورنہ صرف دوسرے کو خاموش کرنے کے لیے یہ بہانہ بنانا آخرت میں رسوائی کا موجب ہوگا۔

بہر حال بتانا یہ مقصود ہے کہ مسجدوں کو مسجد کے کاموں میں استعمال کرنا چاہئے نہ کہ اس کے خلاف کاموں میں، ورنہ خداوند قدوس کی طرف سے عذاب کا سلسلہ جاری ہوگا۔

نااہل کی سرداری و قیادت

وساد القبلیة فاسقہم وکان زعیم القوم اذلہم،

”جب قبیلہ کی سرداری ان کا فاسق کرے اور قوم کا سربراہ ان کا رذیل آدمی

ہو جائے“۔

پہلے جملے میں قبیلہ جو قوم کی نسبت سے چھوٹا اور محدود ہوتا ہے، اس کی سرداری و قیادت کے لیے فاسق کے آگے بڑھنے یا بڑھانے کی برائی ہے اور دوسرے جملے میں قوم پر حکومت و سیادت کے لیے اذیل انسان کو آگے کرنے یا کسی کو آگے بڑھنے کی حرمت کا بیان ہے۔

معلوم ہوا کہ کسی بھی چھوٹی یا بڑی سرداری و سیادت کے لیے نااہل شخص کو آگے بڑھنا یا بڑھانا قیامت کی نشانی و علامت ہے۔

بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امانت ضائع کی جانے لگے تو تم قیامت کے منتظر رہو، صحابہ نے پوچھا کہ امانت کا ضائع کرنا کیا ہے؟ فرمایا کہ جب نااہل کے ذمہ کوئی کام کیا جائے تو قیامت کے منتظر رہو۔ (۱) اس میں بتایا گیا ہے کہ نااہل کو کوئی ذمہ داری دینا امانت کو ضائع کرنے کے برابر ہے اور یہ قیامت کی نشانی ہے۔

✽ نااہلوں کا تسلط :

آج دیکھا جا رہا ہے کہ ہر عہدے و منصب پر نااہل لوگ مسلط ہیں یا ان کو مسلط کیا گیا ہے، سیاسی عہدوں سے لے کر دینی و مذہبی عہدوں تک ہر جگہ نااہل لوگوں کا قبضہ و تسلط ہے یا دوسرے لوگ ان کو مسلط کیے ہوئے ہیں۔ سیاسی عہدوں پر فائز نااہل لوگوں کے متعلق کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے، ان کی نااہلی سب پر روز روشن کی طرح واضح ہے۔

مساجد میں دیکھو تو نااہل امام و مؤذن ملیں گے، جن کو قرآن تک صحیح پڑھنا نہیں آتا، نماز کے مسائل تک سے ناواقف، اذان کے احکام سے بے خبر و جاہل، عمل و تقویٰ سے عاری و کورے۔ مگر لوگ ہیں کہ ان کو اپنا امام بنائے ہوئے ہیں اور اپنی نمازیں عارت کر رہے ہیں۔

مساجد کے ذمہ داروں کو دیکھو جو اپنے آپ کو امام کا بھی امام سمجھتے ہیں اور امام کو اپنا غلام خیال کرتے ہیں، یہ لوگ اپنی نااہلی کا جواب نہیں رکھتے، علم دین سے کورے، عمل سے عاری، باطن سے لے کر ظاہر تک ان کا فاسد و خراب، نماز تک سے دست بردار، خدا و رسول کے باغی، خرافات و بدعات میں ملوث، فحش کاریوں و بے حیائیوں کے عادی، غرض یہ کہ یہ نہایت ہی نااہل ہوتے ہیں، حالانکہ علماء نے تولیت

وزمہ داری مسجد کے لیے جو شرائط لکھے ہیں ان میں یہ بھی ہیں کہ وہ امانت و دیانت سے متصف ہو، فاسق و فاجر نہ ہو اور متولی بننے کا خواہشمند و طالب نہ ہو۔ (۱)

اور یہ لوگ سیاسی عہدے بازوں کی طرح متولی بننے یا رکن مسجد بننے کے لیے ووٹ کے غیر شرعی طریقہ پر اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔

بعض لوگ وعظ و تقریر کا مشغلہ اپناتے ہیں حالانکہ یہ عالم نہیں ہوتے بلکہ کچھ ادھر ادھر سے قصے کہانیاں، بے سند و بے اصل حدیثیں، قرآنی آیات کا خود ساختہ غلط ترجمہ یاد کر کے اس کو پیش کرتے ہیں۔ یہ بھی اس حدیث کا مصداق ہے۔

الغرض آج ہر جگہ نظر آتا ہے کہ نااہل لوگوں کا تسلط ہے، یہ بڑی بری بات اور بڑا سخت گناہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج سیاست سے لے کر مذہب تک ہر چیز میں فتور و قصور نظر آ رہا ہے۔ اگر ہر جگہ قابل و لائق لوگ جمع ہو جائیں تو پھر یہ فتور و قصور بھی ختم ہو کر اس کی جگہ بھلائی و خوبی پیدا ہو جائے۔

شر پسندوں کا اکرام

واکرم الرجل مخافة شره:

اور آدمی کا اکرام اس کے شر کے خوف سے کیا جائے مطلب یہ ہے کہ لوگوں میں شر پسندی و ایذا رسانی کا اس طرح مادہ و جذبہ پیدا ہو جائے کہ ان کے شر سے بچنے کے لیے دوسرے لوگوں کو ان کا اکرام کرنا پڑے، اگر اکرام نہ کیا گیا تو ان کی شر پسندی و غنڈہ گردی و ایذا رسانی کا جذبہ، ان کو مجبور کرے گا کہ ان کو تکلیف و ایذا پہنچاؤ۔

حاصل یہ ہے آدمی کا اکرام اس کے علم و عمل، تقویٰ و بزرگی، شرافت و سیادت، اور اخلاق و تہذیب کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کی غنڈہ گردی اور شر کے خوف سے کیا

(۱) دیکھو شامی علی الدرر: ۴/۳۸۰ و ۳۲۲

جائے تو سمجھنا چاہئے کہ وہ عذابات آنے والے ہیں جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔
 ✨ معاشرے میں غنڈہ گردی کی کثرت:

آج اپنے معاشرے پر ایک سرسری نگاہ ڈال کر دیکھو کہ کیا اس میں یہ بات نہیں پیدا ہو گئی ہے؟ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آج عزت و عظمت ان لوگوں کو دی جا رہی ہے جو لوگوں پر ظلم ڈھا کر لوٹ مار کر کے کسی عہدے پر فائز ہو گئے ہیں یا مال و دولت کے انبار لگائے ہیں، اور ان سیاسی غنڈوں یا دوسرے شریکوں کی یہ عزت و عظمت بھی محض اس بناء پر ہے کہ اگر ان کا اکرام نہ کیا گیا تو خوف ہے کہ اپنی غنڈہ گردی اور شریکوں سے کوئی تکلیف نہ پہنچادیں، ورنہ دلوں سے کوئی ان کا اکرام نہیں کرتا، بلکہ یہ ظاہری اکرام بھی درست نہیں ہے۔

✨ حدیث کا منشا:

حدیث کے اس ٹکڑے میں غور یہ کرنا ہے کہ کس چیز کی مذمت و برائی بیان کرنا مقصود ہے؟ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں شریکوں کی غنڈہ گردی کی ہی نہیں بلکہ غنڈوں و شریکوں کے ساتھ اکرام کا معاملہ کرنے کی بھی برائی بیان کرنا مقصود ہے بلکہ یہاں اصل مقصود یہی ہے۔ کیونکہ فرمایا گیا ہے کہ جب آدمی کا اکرام اس کے شر کے خوف سے کیا جائے، معلوم ہوا کہ یہاں جس کی برائی بیان کرنا مقصود ہے وہ ایسے شخص کا اکرام ہے جو شر پھیلانے والا ہو، لہذا ایسے شخص کا اکرام کرنا گناہ اور موجب عذاب و گناہ ہوگا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اس سے اس شخص کے جذبہ شراستگی کو تقویت حاصل ہوگی اور وہ اس میں اور پختہ ہو جائے گا اور اس کا شر تباہ کرتے کرتے پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ اسی لیے اللہ کے رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ انصر اخاک ظالما او مظلوما کہ اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو، صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ

مظلوم ہے، ہم اس کی مدد تو کر دیں گے، لیکن ظالم کی مدد کیوں کر کی جائے؟ آپ نے فرمایا کہ ظالم کے ہاتھوں کو (ظلم کرنے سے) پکڑ لو۔ (۱)

✽ شر کو ختم کر دینا ضروری:

معلوم ہوا کہ ظالم کو ظلم سے روکنا ضروری ہے تاکہ معاشرے میں ظلم کی اندھیری اور شر کی نحوست نہ پھیلے اور قرآن کریم میں جو یہ فرمایا کہ:

﴿لَا تَرَ كُنُوفَ الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾

کہ ظلم کرنے والوں کی طرف میلان نہ کرو کہ کہیں تم کو آگ نہ پکڑ لے۔

اس سے سدھی^۲ اور ابن زید^۳ کے نزدیک مراد یہ ہے کہ ظالموں کے ساتھ مداہنت نہ کرو۔ (۲)

کیونکہ اس مداہنت کا نتیجہ وہی نکلے گا جس کا اوپر ابھی ذکر ہوا کہ معاشرہ ظلم و شر سے مملو ہوگا اور یہاں جینا دو بھر معلوم ہوگا۔

لہذا ضروری ہے کہ ان شر پسندوں اور فتنہ پروروں کے شرفتنہ، ان کے ظلم و جور کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے، ان سے مداہنت کرنا اور اپنی ذات کی بھلائی کی خاطر پورے معاشرے کو ظلم کی آگ میں جھونکنے کے لیے تیار ہو جانا صریح نفس و تن پروری اور قوم کشی ہے جس کا مرتکب سخت گنہگار ہے۔ اسی لیے حدیث میں اس فعل پر سخت عذابات کی دھمکی دی گئی ہے۔

گانے بجانے کی کثرت

وظہرت القیان والمعازف:

اور گانے والیاں اور گانے بجانے کے سامان زیادہ ہو جائیں

قیان قیئۃ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں گانے والی عورت۔ اور معازف معزف

(۱) بخاری: ۱/۳۳۱ (۲) الکبائر: ۱۱۱

و معزفۃ کی جمع ہے، آلات لہو و لعب کو کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ گانا، بجانا اور اس کے آلات و سامان کی زیادتی بھی علامات قیامت میں سے ہے اور سخت گناہ کی بات ہے۔ آج یہ مصیبت بھی سب سے زیادہ عام ہو گئی ہے، ہر گھر و دوکان، ہر مجلس و بیٹھک گانوں بجانوں کی آواز سے مسموم رہتی ہے، اس لیے ہم کسی قدر تفصیل سے اس پر کلام کریں گے۔

✽ گانا، بجانا قرآن کی نظر میں:

سب سے پہلے قرآن کریم کو مد نظر رکھنا، مسلمان کا فریضہ ہے، اس میں گانے بجانے کے سلسلے میں اگرچہ بہت سی آیات وارد ہوئی ہیں، مگر ہم یہاں چند پر اکتفا کرتے ہیں:

(۱) ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله
 بغير علم ويتخذها هزواً اولئك لهم عذاب مهين. (لقمان: ۶)
 (اور بعض لوگ وہ ہیں جو کھیل کی باتوں کو خریدتے ہیں تاکہ اللہ کے راستے سے گمراہ کریں اور اس کو مذاق بنالیں، ان کے لیے ذلت والا عذاب ہے)
 اس آیت میں لہو الحدیث سے مراد کیا ہے؟ اس میں متعدد اقوال ہیں اور اکثر علماء کے نزدیک اس سے گانا، بجانا مراد ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مردی ہے کہ اس سے مراد غنا (گانا، بجانا) ہے۔ (۱)
 اسی طرح حضرت ابن عباسؓ سے بھی مردی۔ (۲)

اور اس کے خریدنے سے مراد گانے والی عورت کو یا مرد کو یا ایسے آلات کو خریدنا ہے۔ آج اگرچہ گانے والی عورت و مرد کو خریدنا بہت زیادہ رائج نہیں ہے تاہم

(۱) روح المعانی: ۲۱/۶۷، عوارف المعارف: ۱۱۴: مندرجہ ملحق الاحیاء، کف الرعاع لابن حجر کی:

۲۷۲، طبع ترکی مع دیگر کتب (۲) روح المعانی: ۲۱/۶۷

یہ کسی قدر رانج ہے، چنانچہ فلم ساز اداروں میں یہ بات آج بھی رانج ہے اور آلات لہو جیسے ریڈو، ٹیلی ویژن، وی سی آر وغیرہ خریدنا تو سب جانتے ہیں، بہت ہی عام و رانج ہے۔ یہی اس آیت سے مراد ہے۔ ان چیزوں کو خریدنے والوں پر اللہ کی طرف سے ذلت والا عذاب نازل ہوگا، خواہ دنیا میں نازل ہو یا آخرت میں اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کام پر عذاب کی دھمکی دیں وہ کوئی اچھا کام تو نہ ہوگا بلکہ برا اور نہایت قبیح کام ہوگا۔

(۲) ﴿وَاسْتَفْزِمَنَّ اسْتَعْطَمَتْ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ﴾ (سورہ اسراء: ۶۴۰)

(اللہ تعالیٰ شیطان سے فرماتے ہیں) (تو جس کو بہکا سکتا ہے اپنی آواز سے

بہکا لے)

اس آیت میں شیطان کی آواز سے مراد گانا بجانا ہے جیسا کہ حضرت امام مجاہد

سے منقول ہے۔ (۱)

اس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ گانا بجانا شیطان کی آواز ہے اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اسی اپنی آواز سے شیطان سب سے زیادہ انسان کو بہکاتا ہے۔ قرطبی نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے ہابیل کی اولاد کو پہاڑ کے اوپر کے حصے میں ٹھہرایا تھا اور قابیل کی اولاد کو پہاڑ کے نیچے ٹھہرایا اور ان میں حسین لڑکیاں بھی تھیں، شیطان نے بانسری بجانا شروع کر دی، اس کی آواز سے متاثر ہو کر اوپر والے نیچے اتر آئے اور زنا کر بیٹھے۔ (۲)

معلوم ہوا کہ شیطان لعین اپنی اس ناپاک آواز سے انسان کو سب سے زیادہ

(۱) عوارف المعارف: ۱۱۴، روح المعانی: ۱۱۵/۱۱۱، تفسیر قرطبی: ۱/۲۸۸

(۲) تفسیر قرطبی: ۱/۲۸۸

کامیاب طریقے سے بہکاتا ہے اور جو شیطان کی آواز ہو اور اس کا خاص حربہ ہو، وہ ممنوع کیوں نہ ہوگا؟

﴿وانتم سمدون﴾ (النجم: ۶۱)

اور تم لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہو

اس آیت میں لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ تم غفلت میں پڑے ہوئے ہو۔ اس میں غفلت میں پڑ جانے کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ تم گانے بجانے میں مشغول ہو۔ (۱)

اور بطور توخ و زجر کہا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ انسان کو گانا بجانا غفلت میں مبتلا کر دیتا ہے اور یہ کہ غفلت قابل مواخذہ و جرم ہے۔ لہذا گانا بجانا بھی حرام و ناجائز ہے۔

✽ گانا، بجانا حدیث کی نظر میں:

اس سلسلے میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں، ان میں سے چند احادیث نقل کرتے ہیں۔

(۱) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دینے والا اور مومنین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اور اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ گانے بجانے کے آلات و اسباب، صلیب اور جاہلی رسومات کو ختم کر دوں اور مٹا دوں۔ (۲)

(۲) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آخری زمانے میں میری امت میں سے ایک قوم بندر اور سور کی صورت میں مسخ کر دی جائے گی۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وہ مسلمان ہوں گے؟ فرمایا ”ہاں“ وہ لوگ اللہ

(۱) عوارف المعارف: ۱۱۴، تفسیر قرطبی: ۱۷/۱۲۳ (۲) کف الراع: ۴

کی توحید اور میری رسالت کی شہادت دیتے ہوں گے اور روزے رکھتے ہوں گے، صحابہ نے پوچھا کہ پھر وہ ایسا کیوں کر دیے جائیں گے؟ فرمایا وہ گانے بجانے کی چیزوں، گانے والیوں اور دف کو اختیار کرنے والے ہوں گے اور شرابیں پیں گے، پس وہ شراب پر اور ان کھیلوں پر رات گزاریں گے جب صبح کریں گے تو ان کی صورتیں مسخ ہو گئی ہوں گی۔ (۱)

(۳) رسول اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے نوحہ کرنے والا اور گانے والا شیطان ابلیس ہے۔ (۲)

ان احادیث سے بھی گانے بجانے کی حرمت و مذمت بہت ہی واضح انداز سے ثابت ہوتی ہے، ایک مسلمان کے لیے یہ چند حدیثیں بہت کافی ہیں۔

ٹیلی ویژن اور ویڈیو کی حرمت:

اوپر کی تفصیلات کو پڑھئے اور غور کیجئے کہ آج یہ گانے بجانے کی بیماری و مصیبت جس پر اتنی سخت وعیدیں آئی ہیں، کس قدر معاشرے میں فروغ پا رہی ہیں اور اس کو کس درجہ لازم و ضروری قرار دے لیا گیا ہے؟ اور افسوس کیجئے، خصوصاً دور حاضر میں ٹیلی ویژن اور ویڈیو کی کثرت کے ساتھ اشاعت و ترویج نے، پورے معاشرے کو جس طرح بدبودار اور نجس کر دیا ہے، یہ بہت ہی افسوس کی بات ہے۔ حدیث زیر بحث میں معازف کا جو لفظ آیا ہے وہ ہر لہو و لعب کی چیز کو عام و شامل ہے۔ لہذا اس میں ٹیلی ویژن و ویڈیو بھی داخل ہو کر حرام و ممنوع قرار پائیں گے بلکہ دوسری چیزوں کی بہ نسبت ان میں چوں کہ زیادہ خباثت پائی جاتی ہے۔ اس لیے ان کو معازف کا اولین مصداق قرار دینا چاہئے۔

(۱) کف الرعاع: ۴، (۲) عوارف المعارف: ۱۴

☆ ٹی وی کے خطرناک اثرات معاشرے پر:

اور کیوں نہ ہو؟ جب کہ ٹی وی نے معاشرہ پر اپنے خطرناک اثرات چھوڑ کر اس کو مسموم کر دیا ہے اور عریانی، بے حیائی، بد اخلاقی کو عام کر دیا ہے اور وہ کام اس نے کیا ہے جو برسہا برس میں ہزاروں آلات لہو و لعب نے نہیں کیا۔ اس موقع پر راقم الحروف کی کتاب ”ٹیلی ویژن اسلامی نقطہ نظر“ میں راقم الحروف نے جو لکھا ہے اس کو یہاں نقل کر دینا مناسب ہوگا۔

”کیا یہ ایک حقیقت نہیں کہ ٹیلی ویژن کے ان فحش پروگراموں کی وجہ سے لوگوں کی بے راہ روی میں اضافہ ہوا۔ بے حیائیوں اور فحشوں میں بے پناہ ترقی ہوئی۔ وہ لوگ جو سینما کی حقیقت تک سے ناواقف تھے اسکی بدولت اس میں ملوث ہوئے۔ وہ لوگ جن کے قلوب و اذہان اگر نور معرفت سے منور نہ تھے تو بے حیائی اور فحاشی کی ظلمت سے سیاہ بھی نہ تھے اس کے طفیل سیاہ بختیوں و بدقسمتیوں کا شکار ہوئے۔ وہ معصوم بچے جن کی فطرت و طبیعت سلامتی پر ڈھل سکتی تھی اس کی وجہ سے اپنی عصمت و عفت کھو بیٹھے۔ وہ نوجوان جو قوم و ملت کے قائد و رہبر بن سکتے تھے اس کی بدولت قوم کے ناہنجار افراد قرار پائے۔ وہ عورتیں جنکی عصمت و عفت پر ان کے آباء و اجداد کو فخر اور قبیلے و خاندان کو ناز تھا اک لخت عصمت فروشی و بے حیائی پر اتر آئیں۔ اگر یہ سب ایک حقیقت اور واقعہ ہے اور بلاشبہ ایک حقیقت ہے تو پھر وہ اسلام جو برائیوں کو ان کی جڑوں سے اکھاڑ پھینکنے کا فیصلہ اور بے حیائی اور فحاشی کو اک قلم ختم کر دینے کا تہیہ کر چکا ہے اس کی اجازت کیسے دے سکتا ہے؟“ (۱)

☆ کیا ہر عکس جائز ہے؟

بعض لوگ ٹی وی اور وی سی آر کے جواز اور عدم جواز کے مسئلہ پر جب بحث

(۱) ٹیلی ویژن اسلامی نقطہ نظر سے: ۱۲

کرتے ہیں تو امورِ مذہبہ بلا پر قطعاً غور کر نہیں کرتے اور چھوٹے ہی یہ بحث کرنے لگتے ہیں کہ ٹی وی اور وی سی آر میں جو نظر آتا ہے یہ تصویر نہیں بلکہ عکس ہے۔ لہذا جائز ہے۔ مگر یہ طرز استدلال نہایت ہی غیر معقول اور غیر منطقی ہے۔ کیونکہ اگر ہم مان لیں کہ ٹی وی اور وی سی آر میں جو نظر آتا ہے وہ عکس ہے، تب بھی یہ کیسے ثابت ہوتا ہے کہ یہ جائز ہے؟ کیا قرآن و حدیث کی کسی دلیل سے یہ ثابت ہے کہ عکس خواہ کسی قسم کا ہو اس کو دیکھنا جائز ہے؟ یا کسی فقیہ نے یہ کہیں لکھا ہے؟ قطعاً نہیں، بلکہ فقہاء نے اس کے خلاف یہ لکھا ہے کہ بعض چیزوں کا عکس دیکھنا بھی حرام ہے۔ چنانچہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اجنبیہ عورت کا پانی یا آئینہ میں عکس دیکھنا بھی حرام ہونا چاہئے کیوں کہ فتنہ اور شہوت کا اندیشہ ہے۔ پھر علامہ ابن حجر مکی کے فتاویٰ سے بھی اس کی ترجیح نقل کی ہے۔ (۱)

معلوم ہوا کہ مطلقاً ہر عکس جائز نہیں ہے بلکہ جس طرح بعض اصل چیزوں کو دیکھنا حرام ہے اسی طرح ان کے عکس کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔ اب غور فرمائیے کہ کس قدر عجیب بات ہے کہ بعض علماء ٹی وی کو جائز قرار دینے کے لیے اس کے عکس ہونے کو ثابت کرنے لگتے ہیں، جب کہ اس کا عکس ہونا بھی اس کے جائز ہونے کی دلیل قطعاً نہیں بن سکتا جب کہ اس عکس سے وہ تمام خرابیاں لازم آ رہی ہیں جن کی وجہ سے تصویر کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ (۲)

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عام تصویروں سے زیادہ اور پانی و آئینہ کے عکس سے تو ہزاروں درجہ زیادہ ٹیلی ویژن کے عکس میں انسانی جذبات کو اپیل کرنے والی کیفیات و خصوصیات ہوتی ہیں تو پھر بھی یہ صرف عکس ہونے کی وجہ سے جائز ہو جائے یہ نہایت ہی غیر معقول بات نہیں تو اور کیا ہے؟

(۱) شامی علی الدر المختار: ۶/۲۷۳ (۲) حاشیہ اس کی تفصیل کے لیے راقم کار سالہ ٹیلی ویژن دیکھئے

بہر حال ہر قسم کے لہو و لعب، گانے بجانے سے مسلمانوں کو پرہیز کرنا چاہئے۔
اللہ تعالیٰ اہل اسلام کو اس کی توفیق مرحمت فرمائے۔

نشہ بازی کی کثرت:

و شربت الخمرور:

اور شرابیں پی جانے لگیں

خمر کی جمع ہے اور خمر عربی میں ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جو عقل پر پردہ ڈال

دینے والی ہو، خواہ وہ چیز تر ہو یا خشک، کھائی جانے والی یا پی جانے والی ہو۔ (۱)

اور اسی کو حدیث میں اس طرح فرمایا گیا ہے

‘کل مسکر خمر و کل مسکر حرام’

کہ ہر نشہ لانے والی چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ شراب اور خمر صرف اس کو نہیں کہتے جو زمانہ رسالت

وزمانہ صحابہ و تابعین میں پائی جاتی تھی بلکہ ہر وہ چیز خمر و شراب ہے جس سے نشہ

آتا ہو خواہ وہ کھانے کی چیز ہو یا پینے کی، تر ہو یا خشک ہو جیسا کہ علامہ ذہبی نے

فرمایا ہے۔

پھر یہاں خمر کی جمع خمر استعمال کر کے اس طرح اشارہ کیا گیا ہے کہ مختلف قسم

کی شرابیں اور نشہ آور چیزیں رائج ہوں گی۔ چنانچہ آج ہزاروں اقسام و انواع کی

شرابیں مروج ہیں، کوئی کسی کا عادی ہے، کوئی کسی کا۔ سنا جاتا ہے کہ سانپ کے

زہر میں بھی نشہ ہوتا ہے اور اس نشہ کے نشہ باز بھی پائے جاتے ہیں۔ اس حدیث نے

بتایا کہ جب اس طرح مختلف قسم کی شرابیں پی جائیں تو خدا کی طرف سے مذکورہ

عذابات آئیں گے۔

(۱) الکبائر للذہبی: ۸۲ (۲) ابوداؤد مع بذل المجہود: ۳۳۱/۵

✽ نشہ بازی کا عام رجحان:

اس حدیث سے جو یہ معلوم ہو رہا ہے کہ مختلف قسم کی شرابیں پی جائیں گی۔ اس کے مطابق آج معاشرہ میں دیکھا جا رہا ہے کہ نشہ بازی کا رجحان عام ہوتا جا رہا ہے حتیٰ کہ کالج کے طالب علم جن میں لڑکیاں بھی ہیں وہ بھی اس نشہ بازی کے شکار ہیں اور یہ عادت اس قدر بری ہے کہ جس کو اس کی لت پڑ گئی وہ اس سے باز آنے کے لیے کبھی تیار نہیں ہوتا۔ الا ماشاء اللہ

اس میں ایک طرف اگر خدا اور رسول کی ناراضگی ہے جس سے عذاب لازم آتا ہے تو دوسری طرف اس میں جان و مال کی تباہی اور ہلاکت بھی ہے اور اس سے معاشرہ میں بھی بڑی برائیاں پھیلتی ہیں اور اس کی جڑوں کو اکھاڑ دیتی ہے۔

✽ نشہ ایک مہلک ہتھیار ہے:

اس نشہ کے عادی و مریض لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ نشہ بازی ایک مہلک ہتھیار ہے جو نشہ بازی کی نسل کو ختم کر دیتا ہے۔ گویا یہ وہ ہتھیار ہے جس سے نشہ باز خود اپنے اوپر حملہ کرتا ہے۔ میں اس جگہ ایک فرانسیسی ڈاکٹر مسٹر ہنری کی یہ بات نقل کیے بغیر نہیں رہ سکتا جو اس نے اپنی ایک کتاب ”خواطر و سوانح فی الاسلام“ میں لکھی ہے۔ اور اس کو علامہ طنطاوی کے حوالہ سے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نے نقل کیا ہے کہ ”بہت زیادہ ہتھیار جس سے اہل مشرق کی بیخ کنی کی گئی اور وہ دودھاری تلوار جس سے مسلمانوں کو قتل کیا گیا یہ شراب تھی۔ ہم نے الجزائر کے لوگوں کے خلاف یہ ہتھیار آزما لیا لیکن ان کی اسلامی شریعت ہمارے راستہ میں روکاؤٹ بن کر کھڑی ہو گئی اور وہ ہمارے اس ہتھیار سے متاثر نہیں ہوئے۔ اور نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی نسل بڑھتی ہی چلی گئی۔ یہ لوگ ہمارے اس تحفہ کو قبول کر لیتے تو ہمارے سامنے ذلیل و خوار ہو جاتے۔“ (۱)

اس کے علاوہ اس کے دیگر مفاسد و خرابیاں عام طور پر سب کو معلوم و مشاہد ہیں جو جسمانی بھی ہیں روحانی بھی، جانی بھی اور مالی بھی لہذا اس سے ضرور پرہیز کرنا چاہئے۔

✽ ایک کفن چور کا واقعہ:

علامہ ذہبی نے ایک لمبا واقعہ نقل کیا ہے۔ ہم یہاں اس کا ایک حصہ نقل کرتے ہیں: وہ یہ کہ ایک نوجوان ایک دن امیر المؤمنین عبدالملک بن مروان کے پاس غمزہ روتا ہوا آیا اور کہا کہ میں نے بڑا گناہ کیا ہے کیا میرے لیے توبہ ہے؟ عبدالملک نے پوچھا کہ تیرا گناہ کیا ہے؟ کہا کہ بڑا گناہ ہے میں قبر کھود کر کفن چرایا کرتا تھا اور میں نے اس زمانہ میں عجیب باتیں دیکھی ہیں۔ اس کے بعد اس نے بہت سی باتیں بتائیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے کہا میں نے ایک قبر کھودی تو دیکھا کہ قبر والا مردہ سور کی شکل میں مسخ ہو گیا ہے۔ اور زنجیروں سے باندھ دیا گیا ہے۔ اور گردن میں بیڑی پڑی ہوئی ہے، میں ڈر کر نکلنے کا ارادہ کیا تو کسی نے آواز دی اور کہا کہ تو اس کا حال کیوں نہیں پوچھتا؟ میں نے کہا اس کی یہ حالت کیوں ہے؟ تو بتایا کہ دنیا میں شراب پیتا تھا اور بغیر توبہ کئے مر گیا۔ (۱)

اسلاف کرام پر لعنت

ولعن اخر هذه الامت اولها:

اور اس امت کا آخری حصہ اس کے پہلے حصہ پر لعنت کرے یعنی بعد میں آنے والے لوگ گزرے ہوئے نیک لوگوں مثلاً صحابہ کرام، تابعین عظیم، ائمہ دین و علماء فقہاء یہ امت پر لعن طعن کرنے لگیں، یہ بھی سخت ترین گناہ ہے جس پر دنیا میں بھی بڑے بڑے عذابات آتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلاف

(۱) الکبائر للذہبی: ۸۷

کرام پر لعنت اور طعنہ زنی دراصل اسلام پر طعنہ زنی ہے اور اسلام پر طعنہ زنی کس قدر بری بات ہے یہ سب کو معلوم ہے۔
 صحابہ کرام پر طعنہ زنی کا حکم:

اسلاف اسلام پر سب سے زیادہ دین سے اور اللہ کے رسول علیہ السلام سے قرب رکھنے والے، دین کی اشاعت و تبلیغ میں سب سے زیادہ محنت و مجاہدہ کرنے والے اور دین کی خاطر سب سے زیادہ تکالیف و مصائب کو برداشت کرنے والے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ لہذا اسلاف کرام میں سے صحابہ کرام پر لعنت و طعن، ان پر سب و شتم اور ان پر تبرّ ابازی سب سے زیادہ بڑا گناہ اور بددینی کی بات ہوگی۔ اس لیے اللہ کے برگزیدہ رسول نے اپنے اصحاب کو برا کہنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔

ترمذی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو، میرے صحابہ کے بارے میں، میرے بعد ان کو ہدف ملامت نہ بناؤ، کیونکہ جو ان سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ میرے سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے اور جو ان کو تکلیف پہنچاتا ہے وہ مجھے تکلیف پہنچاتا ہے اور جو مجھے تکلیف دیتا ہے وہ اللہ کو تکلیف دیتا ہے اور خدا کو تکلیف دینے والا قریب ہے کہ پکڑا جائے۔ (۱)

ترمذی ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ (۲)

ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند کر لیا

اور میرے لیے میرے صحابہ کو چن لیا، پھر ان میں میرے وزیر و مددگار اور سر بنائے، پس جو ان کو برا بھلا کہے، اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اس سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ فرض قبول کرے گا نہ نفل۔ (۱)

یہ چند حدیثیں نمونے کے طور پر یہاں نقل کر دی گئی ہیں، اگر کسی کو اس سلسلے میں تفصیل درکار ہو تو وہ علامہ ابن حجر مکیؒ کی کتاب ”الصواعق المحرقة“ کا مطالعہ کرے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ صحابہ کو برا بھلا کہنا حرام اور فحش محرمات میں سے ہے۔ قاضی عیاضؒ نے فرمایا کہ صحابہ پر سب و شتم کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ (۲) ملا علی قاریؒ شرح فقہ اکبر میں رقمطراز ہیں کہ: ”شرح العقائد میں ہے کہ صحابہ کو برا کہنا اور ان پر طعن کرنا، اگر ان چیزوں سے ہے جو دلائل قطعیہ کے مخالفت ہے تو یہ کفر ہے، جیسے حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگانا اور گریسے امور میں نہ ہو تو وہ بدعت و گناہ ہے۔ (۳)

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: ”جو شخص حضرات صحابہ پر طعن کرتا یا ان پر سب و شتم کرتا ہے وہ دین سے خارج اور ملت اسلام سے الگ ہے۔ کیونکہ ان پر طعن کرنا صرف اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ان کے حق میں برائیوں کا اعتقاد ہو، اور دل میں ان سے بغض پوشیدہ ہو، اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کی جو تعریف کی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی جو فضیلت و بڑائی بیان کی ہے، اس سے انکار ہو، پھر صحابہ کرام چونکہ دین کے پہنچانے والے اور اس کا بہترین ذریعہ و وسیلہ ہیں۔ اس لیے ان پر طعن کرنا گویا اصل (دین) پر طعن کرنا ہے، اور ناقل کی توہین منقول کی توہین ہے۔“ (۴)

علماء کے ان بیانات سے صاف معلوم ہوا کہ صحابہ پر زبان طعن دراز کرنا، ان

(۱) الصواعق المحرقة: ۳ (۲) شرح مسلم: ۲/۳۱۰ (۳) شرح فقہ اکبر: ۸۶ (۴) الکلباڑ: ۲۳۸

پر سب و شتم کرنا سخت گناہ اور بعض کے نزدیک کفر ہے۔

مشاجرات صحابہ کے بارے میں اہل سنت کا موقف

آج سبائی پروپیگنڈے سے متاثر افراد جو حضرات صحابہ کی توہین و تنقیص کرتے اور ان کے خلاف اپنی ناپاک زبانوں کو چلاتے رہتے ہیں، سب سے زیادہ جس چیز کو اچھالتے اور صحابہ کرام کے حق میں نقص و برائی پر استدلال کرتے ہیں وہ حضرات صحابہ کرام کے مابین ہونے والے بعض مشاجرات و اختلافات ہیں، اور اس سلسلے میں ان کے پاس جو کچھ ہے وہ تاریخ کے بکھرے ہوئے اوراق ہیں، جن میں صحیح و سقیم، قوی و ضعیف، حق و باطل کی آمیزش ہے، کیوں کہ سبائیوں ایجنٹوں نے تاریخ کو اپنے ناپاک عزائم و حرکات سے پاک و صاف رہنے نہ دیا۔ اسی لیے اہل سنت علماء نے لکھا ہے کہ ان تاریخ کے اوراق سے صرف وہی بات مانی جائے گی جو صحابہ کرام کی عدالت و ثقاہت کو جس پر نصوص قطعیہ نے دلالت کی ہے، برقرار رکھنے والی ہے، اس کے خلاف کوئی بات نہ لی جائے گی، کیوں کہ اس میں سبائیوں نے خلط ملط کر دیا ہے اور جو صحیح روایات سے ثابت ہے اس میں وہ حضرات معذور ہی نہیں بلکہ ماجور بھی ہیں کیونکہ ان حضرات نے کسی غلط و برے ارادے و نیت سے ایسا نہیں کیا تھا بلکہ نیک نیتی کے ساتھ اپنے موقف پر وہ قائم رہے تھے، یہ ان کا اجتہاد تھا جن میں ممکن ہے بعض سے خطا ہوئی ہو، مگر یہ خطا بھی معاف ہے اور اس پر ایک اجر بھی ثابت ہے۔

میں نے یہاں اہل سنت کا جو موقف پیش کیا ہے، یہ حضرات علماء اہل سنت کی کتابوں میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے، ہم یہاں اختصار کے پیش نظر صرف ایک حوالہ پر اکتفاء کرتے ہیں۔ علامہ ابن تیمیہؒ اپنی کتاب ”العقیدۃ الواسطیۃ“ میں فرماتے ہیں:

اہل سنت کے اصول میں سے یہ ہے کہ وہ روافض جو صحابہ سے بغض رکھتے اور ان کو برا کہتے ہیں اور نواصب جو اہل بیت رسول کو قول یا عمل سے ایذا دیتے ہیں، ان

کے طریقے سے اپنے آپ کو بری کرتے ہیں اور صحابہ کے مابین جو اختلاف ہو اس کے بارے میں (اپنی زبان کو) روکتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ ان روایات میں جن سے صحابہ کی برائیاں معلوم ہوتی ہیں، بعض محض کذب اور جھوٹ ہیں اور ان میں سے بعض میں کچھ کمی بیشی کر دی گئی ہے اور ان کے اصل مفہوم سے ان کو بدل دیا گیا ہے اور ان میں سے جو صحیح ہیں ان میں صحابہ معذور ہیں یا مجتہد برحق ہیں یا مجتہد خطاوار ہیں۔ (۱)

صحابہ کرام کے گناہ تلاش کرنا ایمان کی کمزوری ہے:

یہ تو ان خطاؤں کے سلسلے میں تفصیل و توضیح تھی جو اجتہاد سے سرزد ہوئیں اور جو صریح گناہ و معصیت کے کام صحابہ سے صادر ہوئے، ان کے بارے میں معلوم ہونا چاہئے کہ وہ معصوم نہیں ہیں، اس لیے گناہ کا صدور ان سے ممکن ہے بلکہ واقع ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کی معافی قرآن میں کئی جگہ اعلان فرمایا ہے، پھر ان کی دین کی تبلیغ و اشاعت کے سلسلے میں جدوجہد، ان کے خلوص و للہیت، خوف و خشیت، تقویٰ و پرہیزگاری، تعلق مع اللہ و حب رسول اللہ و غیرہ نیکیوں کے سامنے ان کے یہ دو چار گناہ جو بشریت کے تقاضے سے صادر ہو گئے، اس قابل نہیں کہ ان کو ان کی بنیاد پر گنہ گار ثابت کیا جائے، جیسے آج سبائی ایجنٹوں نے تحریک چلا رکھی ہے۔ حضرت عبدالعزیز محدث دہلوی نے بہت ہی صحیح فرمایا کہ:

بشارتے کہ درحق ایشان بنصوص قطعیه قرآن و احادیث متواترہ آمدہ است ازان چشم پوشیدن و این عیوبات نادرہ ایشان را تجسس کردن شان ایمان نیست۔ (۲)

یعنی ان بشارتوں سے جو ان (صحابہ) کے حق میں قرآن و احادیث متواترہ کی

(۱) العقیدۃ الواسطیۃ مندرجہ المجموعۃ العلمیۃ السعودیۃ ص: ۱۸۰-۱۸۱

(۲) تحفۃ اثنا عشریہ: ۳۳۸

قطعی نصوص سے آئی ہیں، آنکھ بند کر لینا اور ان کے اندر عیوب کو تلاش کرنا ایمان کی شان نہیں ہے۔

✽ صحابہ انبیاء کے حکم میں ہیں:

اسی کتاب میں شاہ صاحب ایک اور بات ارشاد فرماتے ہیں کہ:

یہاں یہ دقیقہ جاننا چاہئے کہ انبیاء کو برا بھلا کہنا اس وجہ سے حرام و کفر ہے کہ برا کہنے کا سبب (یعنی گناہ و کفر) ان حضرات کے حق میں پایا نہیں گیا اور (اس کے مقابل) تعظیم و توقیر کے اسباب ان میں بونفور پائے گئے اور اس کے گناہوں کی مغفرت اور ان کا کفارہ بنص قرآن ثابت ہو وہ جماعت بھی بالیقین سب و شتم و تحقیر و اہانت کے حرام ہونے میں انبیاء کے حکم میں ہوگی، زیادہ سے زیادہ یہ بات ہے کہ انبیاء میں اسباب تحقیر ہی موجود نہیں ہیں اور ان (صحابہ) میں اسباب تحقیر پائے جانے کے بعد (مغفرت الہی سے) معدوم ہو گئے اور وجود کے بعد معدوم ہو جانے والی چیز اس باب میں معدوم اصلی کے برابر ہے۔^(۱)

بہر حال حضرات صحابہ کے بارے میں لب کشائی، ان پر سب و شتم، ان کی برائیاں تلاش کرنا سخت گناہ ہے۔

✽ صحابہ پر سب و شتم کرنے والے پر عذاب کے واقعات:

صحابہ کو برا بھلا کہنے والے پر آخرت سے پہلے بسا اوقات دنیا میں بھی عذاب لوگوں کو دکھایا گیا ہے۔ علامہ ابن القیم کتاب الروح میں لکھتے ہیں کہ ابواسحاق نے کہا کہ مجھے ایک میت کو غسل دینے کے لیے بلایا گیا، جب میں نے اس کے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو دیکھا کہ ایک سانپ ہے جو اس کے گلے میں لپٹا ہوا ہے اور بہت موٹا ہے،

(۱) تحفۃ اثنا عشریہ: ۳۳۹

وہ کہتے ہیں کہ میں چلا آیا، اور اس کو غسل نہیں دیا، لوگ بیان کرتے تھے کہ وہ صحابہ کو برا بھلا کہتا تھا۔ (۱)

”ائمہ تلبیس“ میں بدایونی کے حوالہ سے اکبر بادشاہ کے حالات میں لکھا ہے کہ ملا احمد نامی ایک رافضی صحابہ کرام کو گالیاں دیتا تھا، ایک مرتبہ اکبر لاہور آیا ہوا تھا، ملا احمد صحابہ کرام کے خلاف سب و شتم کی غلاظت اچھالنے لگا، ایک غیور مسلمان مرزا فولاد بگ نے اس کو قتل کر دیا، اور یہ رافضی کئی دن تک حالت نزع میں دم توڑتا رہا، اس اثناء میں اس کا چہرہ مسخ ہو کر سور کی شکل میں تبدیل ہو گیا تھا، بہت سے لوگوں نے اس کو اس حالت میں دیکھا۔ ملا بدایونی کہتے ہیں کہ میں نے بھی اس کو اس حالت میں دیکھا۔ (۲)

✽ ائمہ و علماء پر لعنت کا حکم:

اسلاف میں سے حضرات علماء و ائمہ دین کو برا بھلا کہنا، ان پر لعنت و طعن کرنا بھی گناہ ہے۔ بلکہ علماء نے فرمایا کہ عالم پر لعنت اور فقیہ کا اس کے علم و فقہ کی وجہ سے استہزاء و مذاق اور اس کی توہین کفر ہے۔ (۳)

اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ حضرات سلف صالحین کے متعلق ہمارے دلوں کو پاک صاف رکھے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

مذکورہ گناہوں پر دردناک عذابات

حدیث زیر بحث میں نبی کریم علیہ السلام نے مذکورہ گناہوں کو شمار فرما کر آخر میں ان پر مرتب ہونے والے عذابات میں سے بعض کو صاف طور پر بتا دیا ہے اور بعض کو اجمالاً و اشارۃً بیان فرمایا ہے۔ پانچ کو صراحت کے ساتھ پیش کیا ہے۔

(۱) کتاب الروح: ۷۰ (۲) ائمہ تلبیس مصنفہ ابوالقاسم رفیق دلاوری: ۳۳۴ (۳) الاعلام بقواطع

الاسلام ابن حجر مکی ۵۲:

اور وہ یہ ہیں:

سرخ آندھی: یہ تیز و تند ہوا ہے، جس سے بلند قامت عمارتیں اور فلک بوس و مستحکم پہاڑ بھی ہل جاتے اور ہلاکت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ تیز ہوائیں چلتیں تو گھبرا جاتے اور اس کے آثار آپ کے چہرہ انور پر ظاہر ہوتے۔ (۱)

کیونکہ آپ کو گنہ گاروں کے گناہوں سے عذاب آنے کا اندیشہ ہوتا۔ (۲)
اور یہ عذاب کچھلی امتوں میں قوم عاد پر نازل ہوا تھا۔

زلزلہ: کون نہیں جانتا کہ یہ زلزلہ کے جھٹکے کس قدر خطرناک ہوتے ہیں، ابھی گذشتہ دنوں ۱۹۸۸ء کے اواخر میں ریشیا میں جو خطرناک و خوفناک زلزلے کیے بعد دیگرے آئے اور بستیوں کی بستیوں کو صفحہ ہستی سے مٹا کر رکھ دیا تھا، اس کو ابھی تک لوگ بھولے نہیں ہیں۔

خسف: زمین میں دھنسا، قرآن سے ثابت ہوتا ہے کہ کچھلے لوگوں پر بھی عذاب آیا تھا، قارون کے متعلق بھی قرآن نے بتایا ہے کہ اس کو اللہ نے زمین میں دھنسا دیا تھا (القصص: ۸۱) اور دیگر حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس امت میں بھی متعدد خسوف ظاہر ہوں گے۔ ان میں سے ایک حدیث میں تین کا ذکر ہے۔ (۳)

ممکن ہے کہ اس حدیث میں جس کا ذکر ہے وہ انہی تین میں سے ایک ہو، یا ان کے علاوہ، بہر حال یہ بڑی خوفناک چیز ہے جس سے ڈرنے کی ضرورت ہے۔

مسخ: صورتوں کا مسخ ہو جانا، یہ عذاب کچھلی امتوں میں بہت ظاہر ہوا ہے، بنی اسرائیل کو بندر کی شکل میں مسخ کر دیا گیا تھا اور بعض کو خنزیر کی شکل میں، اور اس طرح کے واقعات اس امت میں بھی ظاہر ہوئے ہیں۔ وہ دو چار واقعات اس رسالہ

(۱) بخاری: ۱۴۱/۱ (۲) ایضاً (۳) جمع الفوائد: ۳۹۲/۲

میں بھی گزر چکے ہیں۔

قذف: آسمان سے پتھر آنا، ابرہہ بادشاہ اور اس کے لشکر پر آسمان سے کنکریاں برسنا قرآن سے ثابت ہے، حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر پتھر کی بارش بھی قرآن میں مذکور ہے۔ (سورہ ہود: ۸۲)

یہ سب عذابات جو پچھلی قوموں پر آئے تھے اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: اس امت پر بھی مذکورہ گناہوں کی وجہ سے آئیں گے۔

پھر اس پر بس نہیں بلکہ فرمایا کہ اس کے علاوہ اور عذابات بھی اس طرح لگاتار اور یکے بعد دیگرے آئیں گے جیسے موتیوں کی لڑی ٹوٹ جانے پر، موتیاں لگاتار گرنے لگتی ہیں۔

آخری بات

مذکورہ بالا حدیث جس کی عام فہم تشریح پیش کی گئی ہے، اس میں ہمارے لیے عبرت و بصیرت ہے، اور سخت تنبیہ و توبیخ بھی ہے کہ ان گناہوں سے بچا جائے۔ اور اپنے آپ کو ان میں ملوث کر کے، ان عذابات کا مستحق نہ بنائیں۔ آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو اپنی مرضیات پر چلنے اور نامرضیات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اپنی رحمت کے سایہ میں ہمیں جگہ دے اور اپنے غضب سے بچائے۔ آمین

محمد شعیب اللہ خان عفی عنہ